

سلسلۂ مطبوعاتِ انجمن ترقیٔ اُردو (ہند) نمبر ۲۱۳

حِفظُ اللِّسان

معروف بہ

خالِق بارِی

مصنفہٗ

ضیاء الدین خسرو، در ۱۰۳۱ھ

(جو عموماً حضرت امیر خسرو دہلوی کی طرف منسوب ہے)

مرتبہٗ

پروفیسر حافظ محمود شیرانی صاحب

شائع کردہ

انجمن ترقیٔ اُردو (ہند) دہلی

پہلی بار　　۱۹۴۴ء　　قیمت مجلد ۱۲ بلاجلد ۸

سلسلۂ مطبوعاتِ انجمنِ ترقیٔ اُردو (ہند) نمبر ۱۳۲

حفظ اللسان

معروف بہ

خالق باری

مصنّفہ

ضیاء الدین خسرو در ۱۰۳۱ھ

(جو عموماً حضرت امیر خسرو دہلوی کی طرف منسوب ہے)

مرتبہ

پروفیسر حافظ محمود شیرانی صاحب

شائع کردہ

انجمن ترقیٔ اُردو (ہند) دہلی

پہلی بار ۱۹۴۴ء قیمت مجلد ۶؍ بلا جلد عہ؍

فہرست مضامین

عرض ضروری

خالق باری کی یہ ایک قابلِ اعتماد اور منتقدانہ اشاعت ہے جو پہلی مرتبہ شائع ہوتی ہے۔ اشاعتِ ہذا صرف بعض قدیم اور معتبر نسخوں کی قرأت پر بنیاد پاتی ہے۔ اس کا متن اکثر و بیشتر انڈیا آفس کے ایک قدیم مخطوطے ۲۵۲ فہرست مخطوطات ہندستانی کا مقلد ہے۔ لیکن اصل مخطوطے کا رسم الخط میں نے زمانہ حال کے قاری کی سہولت کے واسطے ترک کرکے رائج الوقت املا میں بدل دیا ہے۔

اس مرتبہ کے دو دیباچے ہیں۔ دیباچہ اوّل اس عالم گیر اعتقاد کی تردید ہے کہ خالق باری حضرت امیر خسرو دہلوی کی تصنیف ہے۔ اس دیباچے میں راقم نے خالق باری کے متن پر کچھ اعتراض نیز بعض اہلِ قلم کے روایتی بیانات پر تنقید کی کوشش کی ہے۔ دیباچہ دوم انجمن ترقیٔ اردو کے ایک مخطوطے نوشتہ ۱۱۸۷ھ کی سند پر ایک نہایت اہم انکشاف کا مظہر ہے کہ خالق باری جس کا اصل نام "حفظ اللسان" ہے بابا اسحٰق قنادی دہلوائی کی فرمائش پر کسی ضیاء الدین خسرو نے (بعہد جہاں گیر) تصنیف کی ہے۔ سال تصنیف ۱۰۳۱ھ اس کے مادۂ تاریخ "نصیف آخر" سے برآمد ہوتا ہے۔ یہ اطلاع خالق باری کے تعلق میں نہایت قیمتی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ بعد کے لوگوں کو غالباً بوجہ اشتراک اسمی یہ مغالطہ پیش آیا کہ وہ ضیاء الدین خسرو کو امیر خسرو دہلوی سمجھ بیٹھے۔ چناں چہ بارھویں صدی ہجری میں یہ عقیدہ نہایت عام ہے۔ اس صدی کے مشاہیر فضلا میں سب سے مقدم خان آرزو ہیں جن کی تصنیف غرائب اللغات میں اس غلطی کی سراغ رسانی کی جا سکتی ہے۔ الغرض بارھویں صدی ہجری

سے اب تک یہ غیر موجہ بلکہ غلط عقیدہ عام طور پر ہمارے اذہان پر قبضہ پائے ہوئے ہے کہ خالق باری کے مالک حضرت امیر خسرو دہلوی ہیں۔

آخر میں مجھے انجمن ترقی اُردو کے قلمی نسخے کے واسطے ڈاکٹر مولانا عبدالحق سکریٹری انجمن اور نسخہ ق کے واسطے جناب سید نجیب اشرف پروفیسر اسمٰعیل کالج اندھیری بمبئی کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔ ان دونوں نسخوں سے مقابلہ کے کام میں مجھ کو بہت امداد ملی ہے۔

محمود شیرانی

دیباچۂ اوّل

خالق باری جس پر سطور ذیل دیباچے کے طور پر لکھی جاتی ہیں، لٹریچر کی اس شاخ سے تعلق رکھتی ہی جو نصاب کے نام سے مشہور ہی۔ اُردو نصابوں میں اس کا درجہ نہایت اہم اور بلند ہی جو اس کی مفروضہ قدامت کے عقیدے کی بنا پر نیز اس کے مصنف کی شہرت کی وجہ سے اس کو حاصل ہی۔

ہندستان میں نصابوں کا رواج توران ایران سے آیا ہی۔ جہاں وہ عربی زبان کی تحصیل کی غرض سے فارسی میں تیار کیے جاتے تھے۔ یہ امر یقینی ہی کہ ابتدا میں وہ نثر میں ہوتے تھے اگرچہ ان نثری نمونوں کا آج پتا لگانا بہت دشوار ہی۔

رسالۂ منطق

تلاش سے بعض قدیم تالیفات کے نام ملتے ہیں۔ مثلاً رسالۂ منطق (بول چال)، جو عربی بول چال سکھانے کی غرض سے جلال الدین شمس المعالی سلطان شاہ ابوالقاسم محمود بن ایل ارسلان بن اتسز خوارزم شاہ کے واسطے لکھا گیا تھا۔ سلطان شاہ ۵۶۷ھ میں تخت نشین ہوتا ہی۔ رسالۂ ہذا اس سال سے قبل اس کی شاہ زادگی کے ایام میں تالیف ہوا ہوگا۔ دیباچے سے چند سطریں یہاں درج ہوتی ہیں:-

"ایں کتابے است کہ آں را منطق خوانند ساختہ شد و پرداختہ آمد بر سبیل ایجاز و اختصار از جہت بندگان و خدمت گاران مجلس خداوند زادۂ مکرم و معظم عالم و عادل موید مظفر منصور جلال الدنیا والدین تاج الاسلام والمسلمین

علاء الملوک والسلاطین قطب الدولہ و مجد الملّہ بہاء الامّۃ عمدۃ الخلافۃ ناصر الملک سید ملوک الشرق والغرب شمس المعالی سلطان شاہ ابو القاسم محمود بن خوارزم شاہ ایل ارسلان بن خوارزم شاہ اتسز اعزّ اللہ انصارہ وضاعف اقتدارہٗ"۔

کتاب اسامی

اسی طرح ایک اور رسالہ کتاب اسامی ہے جس کی تاریخ تالیف و نام مولّف سے ہم بے خبر ہیں لیکن اس کی قدامت میں کوئی شبہہ نہیں۔ اس کے ابواب مضامین کے لحاظ سے مرتب ہیں جیسا کہ ہمارے ہاں قدیم ایام میں کتب فقہ و حدیث کا دستور تھا۔ اس کتاب میں کل تیرہ باب ہیں۔ عنوان یا سرخی کی زبان حسب دستور قدیم عربی ہے۔ یہ رسالہ 'رسالہ منطق' سے بھی قدیم معلوم ہوتا ہے۔ اس کی خالص فارسی کا خیال کرتے ہوئے ہمیں اس کی تاریخ تصنیف سلجوقیوں کے دور کے آغاز یا غزنویوں کے عہد میں ماننی ہوگی۔ مثلاً مسجد کا ترجمہ 'مزگت'، مقدمۃ الجیش کا 'پیش آہنگ'، طلیعہ کا 'دیدبان'۔ خباز کا 'نانوا'۔ اکّار کا 'بزرگر'۔ فصاد کا 'رگ زن'۔ سجّان کا 'زندان بان'۔ فلاخن کا 'کلاسنگ'۔ کنّاس کا 'خلاروب'۔ آثم کا 'بزہ کار'۔ المفادہ کا 'دوغوا' رواہیر کا 'ریچارہا' اور برید کا 'پیک' ترجمہ دیا ہے۔

ہمارے اسلاف اس راز سے واقف تھے کہ بچّوں کا حافظہ نہایت قوی ہوتا ہے اور وہ نثر کے مقابلے میں نظم سے زیادہ رغبت رکھتے ہیں جو آسانی سے یاد بھی ہو جاتی ہے، اس لیے ان کی قوّت حافظہ سے کام لینے کے واسطے نثر کی بجائے نظم سے امداد لی اور منظوم نصاب تیار کرنے شروع کر دیے 'نصاب الصبیان' کے نثری دیباچے کا فقرہ ذیل میں ملاحظہ ہو:۔

"خوش آمدن شعر مر طبع ہاے موزوں را غریزی است"

مولانا صدرالدین بن بدرالدین قنیۃ الفتیان میں کہتے ہیں ؎

زاں کہ آسان است حفظ شعر بر دل ہا کہ ہست
طبع خاص و عام را رغبت باو در ہر مکان

نصاب الصبیان

منظوم تالیفات میں سب سے قدیم نصاب الصبیان ہے جو سنہ ۶۱۷ھ میں افغانستان کے شہر فراہ میں تصنیف ہوئی ہے۔ ابونصر فراہی اس کے مصنف ہیں۔ یہ تالیف مختلف الوزن قطعات میں مرتب ہے۔ نصاب کی وجہ تسمیہ میں کہا جاسکتا ہے کہ شرعی اعتبار سے دو سو درہم وہ رقم ہے جس پر زکات لازم آتی ہے۔ اس رقم کا مالک صاحب نصاب کہلاتا ہے۔ چوں کہ نصاب الصبیان کے اشعار کی تعداد دو سو ہے اس لیے اس کا نام "نصاب الصبیان" رکھا گیا۔ "وچوں ایں مجموع دولیست بیت آمد آں را نصاب الصبیان نام کردم" تب سے یہ رسم نکل آئی ہے کہ جو نصاب ابونصر فراہی کی تقلید میں لکھے گئے، ان کے اشعار کی تعداد دو سو یا اس سے کچھ اوپر تک محدود کردی گئی۔

نصاب الصبیان کو فارسی زبانوں سے وہی تعلق ہے جو حضرت آدم کو بنی نوع انسان کے ساتھ ہے۔ کتب نصاب سے اصل مقصد عربی لغات کی تعلیم تھی۔ پرانے نصاب سب کے سب فارسی میں لکھے گئے ہیں خواہ اندرون ہند یا بیرون ہند وجود میں آئے ہوں۔

نصاب الصبیان کے بعد بہ لحاظ زمانہ امیر خسرو کے بدیع النصاب کا ذکر آنا چاہیے۔ یہ نصاب کم از کم ہندستان میں بہت مقبول رہا ہے اور بار بار چھپ چکا ہے۔ نصاب نصیب اخوان از مطہر کڑہ شاعر

عہد فیروز شاہ تغلق ۷۷۶ھ میں تالیف ہوتا ہے۔ اس کے بعد نصاب عقود الجواہر کا نمبر ہے جو روم میں مرزا الغ بیگ چلپی بن سلطان محمد ۸۲۴-۸۱۶ھ کے واسطے لکھا جاتا ہے اور اکاون قطعات پر شامل ہے۔ اس کی دوسری اشاعت جس میں ستاون قطعات ہیں، سلطان مراد (۸۵۵-۸۲۵ھ) کے نام پر معنون ہے۔ قنیۃ الفتیان مولانا صدرالدین بن بدرالدین کی ملک ہے۔ اگرچہ ہم اس کے عہد تصنیف سے واقف نہیں لیکن قدیم معلوم ہوتی ہے اور غالباً ہندستان میں لکھی گئی ہے۔ اب نصاب بدیعی اور تجنیس اللغات مولانا عبدالرحمن جامی کی باری آتی ہے جو نویں صدی کی پیداوار ہیں۔ نصاب بدیعی کو عام طور پر امیر خسرو کی طرف منسوب کیا جاتا ہے لیکن اصلی مالک مولانا بدیعی ہیں جو نویں صدی ہجری کے بزرگ ہیں۔

کتب نصاب کثرت سے تالیف ہوئی ہیں۔ ان سے کوئی صدی خالی نظر نہیں آتی۔ وہ کسی خاص ملک کی پیداوار نہیں ہیں بلکہ مختلف ممالک میں لکھی گئی ہیں۔ یعنی توران، ایران، روم، افغانستان اور ہندستان میں۔

فارسی میں نصاب سے ابتدائی مقصد یہ تھا کہ بچوں کو عربی الفاظ سے اس قدر آشنائی پیدا کرادی جائے کہ فوقانی تعلیم میں مدد مل سکے لیکن یہ مقصد اپنی منازل ارتقا میں زمانہ گزرنے پر بہت وسیع ہوتا گیا اور ایسے ایسے نصاب تیار کیے گئے جو منتہی طلبہ کے واسطے مفید اور کارآمد ثابت ہوں۔

اردو میں نصابوں کی افراط اس قدر نہیں جتنی فارسی میں نظر آتی ہے۔ اس کی ایک وجہ تو فارسی کی بین الملّی حیثیت تھی جس کی بنا پر وہ ایران و ترکستان و روم و ہندستان و افغانستان میں پھیلی ہوئی تھی۔ دوسرے ہمیں وقت کا بھی لحاظ رکھنا ہوگا۔ فارسی میں نصابی سلسلہ تقریباً سات آٹھ سو سال سے جاری ہے

جب کہ اُردو میں اس کو رواج میں آئے تین ساڑھے تین سو سال گزرتے ہیں۔ ہمارے خیال میں اُردو نصابوں کا سلسلہ غالباً دسویں صدی ہجری سے شروع ہوتا ہے۔

قصیدہ درلغات ہندی

اس موقع پر مجھے حکیم یوسفی کے 'قصیدہ درلغات ہندی' کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ یوسفی دسویں صدی ہجری کے نصف اوّل کے بزرگ ہیں۔ ہرات کے رہنے والے اور ہندستان میں تازہ وارد معلوم ہوتے ہیں۔ ان کا اکثر زمانۂ عمر تصنیف و تالیف میں بسر ہوا ہے، بالخصوص طب کے میدان میں۔ مثلاً رسالۂ ماکول و مشروب ۹۰۶ھ میں۔ فوائدالاخیار ۹۱۳ھ میں۔ جامع الفوائد ۹۱۷ھ میں۔ دلائل نبض و رسالۂ قارورہ ۹۴۲ھ میں۔ ستۂ ضروریہ ۹۴۴ھ میں اور ریاض الادویہ ۹۴۶ھ میں تصنیف کیں۔ انشائے یوسفی ان کی ایک مشہور تصنیف ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ حکیم صاحب کی فہرست تصنیفات ابھی ناتمام ہے۔

حکیم صاحب نے ہماری زبان اُردو میں خاص دلچسپی لی ہے اور کوشش کرکے اسکو سیکھا ہے۔ اگرچہ اپنے معاصر بابر کی طرح مخصوص ہندی اصوات پر وہ قادر نہ ہو سکے، تاہم اُردو پر ان کو ماہرانہ عبور ہے۔ اس کا ثبوت ان کی طبّی تالیف ریاض الادویہ سے بہم پہنچتا ہے، جس میں ہر حیوان اور دوا کا ہندی مرادف اُردو میں دیتے ہیں۔

قصیدہ درلغات ہندی ایک دلچسپ نظم ہے اور جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہوتا ہے اس میں فارسی الفاظ مع ہندی مرادفات درج ہوئے ہیں۔ اس قصیدے کے اشعار کی تعداد چوالیس ہے۔ اس کو اگرچہ

نصاب کا نام نہیں دیا جا سکتا مگر اس میں بھی شک نہیں کہ عملاً اس پر نصاب کی تعریف صادق آتی ہے اور نظم میں شاید یہی قدیم نمونہ ہے جو ہندی الفاظ سے بحث کرتا ہے ۔ میں چند شعر ابتدا سے نقل کرتا ہوں:-

قصیدہ در لغات ہندی

نام ہر چیزے بہ ہندی بشنو از من ای پسر
خاصہ نام ہر دو اے نفع برداری مگر

بُل تکلم باشد و چَل کر بگو یعنی سخن
شکر فرماید ترا آنکس کہ گوید شکر کر

جیب دکن آمد زبان و گوش دھاری ریش دال
موچھ را سنجواں بروت و انتہ کو روبحر کر

آنکہ چشم و ناک بینی بھوں ابرو ہونٹ لب
دند دندان کارہ گردن گونہ زانو مونڈ سر

کھال پوست و ہڈ مغز و استخواں گویند ہاد
انگلی انگشت باشد انگوٹھ انگشت نر

ہست پیشانی متھ و سینہ چھاتی دست ہتھ
موتا روی و چل رواں شو بیٹھ بنشیں دیکھ نگر

جیو جان چوچی است پستان ریت آب بیٹی است
موی مژگاں را بروتی خوان کلیجہ داں جگر

پنڈری ساق ست کھیھر ششم تلی آمد سپرز
روودہ را اتری ہمیدان اجرہ اشکنبہ شمر

گوسپند آمد بھیر بز بکری و اونٹ اشتر است
بلد گاو و فیل ہاتھی گورہ اسپ و گدہ خر

ہیرہ لحم و روٹی و پانی ست نان و آب
علبہ میتھی منگ ماش و سوکہ خشک و گلہ تر

لہدرہ کال و کلونجی دہم ا سیہ دانہ بود
بادیاں سونف و کرفس اجمود ہم گاجر گزر

تمر ہندی انبلی و السی بود تخم کتاں
مندوہ نوعے زار زن داں و گندہ نیشکر

چاول و چینہ برنج و ارزن اندہ تخم مرغ
تل بود کنجد جواری زرت ای فرخندہ فر

ریشم است ابریشم و کالا سیہ اجلا سپید
سرمہ کاجل مرچ فلفل سعد موتہ عود اگر

مانک و موتی بود یاقوت و مروارید لیک
کہربا باشد کیور و روپہ نقرہ سونہ زر

تھورہ اندک ہی شمر بسیار را میگو بہت
بد برا میدان و چنگہ نیک اے نقد بشر

تونہ رامیگوی طوطی فندکی را فاختہ · نول واں راسوزدانش آمدی گرمہر ہ ور

یہ قصیدہ اگرچہ دل چسپ ہے لیکن میں بہ خوفِ طوالت اس کی نقل سے احتراز کرکے خاتمے کے بعض شعروں پر قناعت کرتا ہوں:

دیو رمذولات شب سنجہ است شام وبھات صبح · تارہ استارہ است چندرہ سور باشد ماہ وخور

میہ بود باران اگس باشد (کذا) تڑلی است برق · یادگیر ایں جملہ را اے راے روشن چوں قمر

یوسفی بہرت دریں ابیات کرد است آنچہ ذکر · گر کنی از بر ترا ہر دم رسد نفعے دگر

از ضرر دارد مدامت در پناہ خویشتن · آنکہ در عالم بہ تقدیرش بود نفع وضرر

اللہ خدائی خالق باری کے بعد جس کا ذکر عنقریب آتا ہے "اللہ خدائی" کا نمبر ہے۔ تجلی اس کے مصنف ہیں۔ مطبوعہ نسخوں کے مطابق ۱۰۶۶ھ اور بہ قول پروفیسر مسعود حسن رضوی ۱۰۸۱ھ اس کا سالِ تالیف ہے۔ یہ کتاب خالق باری کی طرح ایسے خطے میں لکھی گئی ہے جو گوالیاری بالفاظِ دیگر برج بھاشا کے زیرِ اثر ہے۔ اس میں ثانی حرفِ علت بہ کثرت آتا ہے مثلاً ڈانڈ (ڈنڈ) گھانٹ (گھنٹی) باتی (بتی) باچھا (بچہ) نیوچھاور (نچھاور) پات جھڑ (پت جھڑ) پاٹ (پٹ) وغیرہ

اکثر ایسے لفظ ملتے ہیں جو اُردو میں فی زمانہ مستعمل نہیں۔ یعنی سنیہہ (دوستی) اتیت (درویش)۔ پوکھر (تالاب)۔ رسری (رسی) سمسری (لاشہ) سوہا (سرخ) کونٹ (مسخرہ) سنیہڈ (کھوڑ، ازقوم) پانت (مجلس) بروتی (پلک) ٹانڈا (قافلہ) نوبلو (بہار) رہلا (چنا) گبر وڑا (گبریلا) لابھا (نفع) پچھوری (چادر) سار (فولاد) تانی اور بھرنی (تانا بانا) ترنی (جوان عورت) ہیلا (خاکروب) جوجھ (لڑائی) ربانا (دف) وغیرہ وغیرہ۔

صمد باری تجلی کے بعد میر عبد الواسع کا نصاب موسوم بہ سہ زبان یا

صمد باری ہو جو بعض وقت جان پہچان کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہو۔ نصاب ہذا میں تناسب و متجانس الفاظ کو جدا جدا عنوانوں کے تحت میں جمع کر دیا ہو مثلاً الفاظ قرابت، اعضائے جسمانی، غلہ، سبزیاں، میوے، ادویات وغیرہ۔ آخر میں مصادر مشہورہ و غیر مشہورہ درج ہیں۔ کتاب کی طرز شگفتہ ہونے کے علاوہ استادانہ و ماہرانہ ہو۔ بھرتی کے الفاظ یا الفاظ برائے بیت نام کو نہیں۔ ہر مصرع میں عربی، فارسی اور ہندی لفظ یا ہندی کے ساتھ بالترتیب لائے گئے ہیں۔ چناں چہ خاتمے میں اشارہ کیا ہو:-

عبدالواسع سے یہ کتاب تین زبانوں کا ہو نصاب

مصنّف کی زبان ہریانی ہو جو بعض خصائص میں اُردو سے مختلف ہو۔ 'صمد باری' ہندستان خصوصاً پنجاب میں کئی بار چھپی ہو اور بہت مقبول رہی ہو۔

نصاب مصطفےٰ نصاب مصطفےٰ ۱۱۲۶ھ میں بہ عہد فرخ سیر لکھا جاتا ہو، اور نصابی سلسلے میں کسی قدر اہمیت کا مالک ہو۔ اشعار کی تعداد نصاب کے اوسط سے بہت زیادہ ہو۔ یعنی آٹھ سو ابیات ہیں۔ پیرایۂ بیان اگرچہ دل چسپ ہو لیکن کتاب چنداں مشہور نہیں۔ اس کی ابتدا ہو ؎

رؤف و رحیم و کریم و غفور دیا ونت داتا اجالا ست نور
خدیو و خدا وند دا ور دھنی غنی است دھنونت صانع گنی

خاتمہ ؎
ششش و بیست و یک صد و یک ہزار زہجر نبی بود ای کام گار
جہاں شاہ فرخ سیر شاہ بود دوشنبہ دہم از صفر ماہ بود
کہ آورد ایں مختصر رو بکار مگر ماند از مصطفےٰ یادگار

خالق باری

ان چند نصابوں پر سرسری نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہی کہ خالق باری ان سے متصل زمانے میں وجود میں آئی ہوگی لیکن اگر روایت پر اعتبار کیا جائے تو ہمیں اس کا زمانہ آٹھویں بلکہ ساتویں صدی ہجری میں تسلیم کرنا پڑے گا۔ روایت نے خالق باری کو حضرت امیر خسرو کی طرف منسوب کرکے ہمیں الجھن اور پریشانی میں مبتلا کر دیا ہی۔ دیسی زبانوں میں تعلیم کا رواج ایسے قدیم زمانے سے نہایت بعید معلوم ہوتا ہی کیوں کہ اگر ایسا ہوتا تو کہا جا سکتا ہی کہ دیسی زبانیں بہت جلد بعد ہماری تعلیم میں ہاتھ بٹانے لگتیں اور ادب ولٹریچر ان میں بہت پہلے سے شروع ہو جاتا۔

خالق باری خان آرزو کے عہد سے لے کر ہمارے اپنے زمانے تک بالاتفاق حضرت امیر کی طرف منسوب ہی۔ ئیں یہاں بعض اساتذہ کی آرا اس کتاب کے متعلق درج کرتا ہوں۔

محمد حسین آزاد

شمس العلما محمد حسین آزاد اپنی مشہور تالیف آب حیات میں لکھتے ہیں:۔

"امیر خسرو نے کہ جن کی طبیعت اختراع میں اعلا درجہ صنعت و ایجاد کا رکھتی تھی ملک سخن میں برج بھاشا کی ترکیب سے ایک طلسم خانہ انشا پردازی کا کھولا۔ خالق باری جس کا اختصار آج تک بچّوں کا وظیفہ ہی، کئی بڑی بڑی جلدوں میں تھی۔ اسی میں فارسی بحروں نے اول اوّل اثر کیا"۔ (ص ۱۷)

اور چھجو کے قصّے میں فرماتے ہیں:۔

"بھٹیاری کے لڑکے کے لیے خالق باری لکھ دی" ص ۷۶

مولانا کا یہ ارشاد کہ خالق باری کئی بڑی بڑی جلدوں میں تھی اور ایک بھٹیاری کے لونڈے کے واسطے لکھی گئی تھی محض تخیّل کی پرواز ہی۔

اس بیان کے واسطے کوئی تاریخی یا تحریری سند ہمارے پاس موجود نہیں۔ نہ اس میں ایسے آثار یا علامات موجود ہیں جن سے قیاس لگایا جا سکے کہ وہ کسی ضخیم مجلد کا اختصار ہے۔ خالق باری شامل نصاب ہے اور نصاب کی کتابوں کے اشعار کی تعداد جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں، بالعموم دو سو سوا دو سو کے لگ بھگ ہوا کرتی ہے۔ چناں چہ خالق باری کے اشعار کی تعداد بھی اسی کے قریب یعنی ۲۳۲ دو سو بتیس ہے یہ تعداد قلمی نسخوں کی رو سے ہے ورنہ مطبوعہ خالق باری میں صرف ایک سو اکانوے ابیات ملتے ہیں۔ اس مختصر تالیف کے لیے یہ دعوا کرنا کہ بڑی بڑی جلدوں میں تھی، تمام واقعات سے عدم واقفیت کی بنا پر ہے۔ خان آرزو جن کا ذکر آگے آتا ہے، اس کو رسالۂ منظومۂ امیر خسرو کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خان کے عہد میں کوئی ایسی روایت موجود نہ تھی جو اس تالیف کی ضخامت کے حق میں ہو۔ جس طرح آج اس وقت ہے، اس وقت بھی وہ ایک رسالے کی شکل میں تھی۔

خالق باری کے اشعار کا فارسی اوزان و بحور میں پایا جانا اس کے جدید تصنیف ہونے کی دلیل ہے نہ اس کی قدامت کی۔ فارسی اوزان و بحور کا اس طرح یکایک ہندی میں رواج پا جانا عملاً بہت دشوار ہے۔ بفرض محال اگر امیر خسرو نے زبردستی ان کو رواج دے بھی دیا تو اس کے خارجی اثر آثار کا سراغ کہیں تو پایا جاتا۔ کیا خسرو کلھیا میں گڑ پھوڑ کر چل دیے کہ کسی نے اتنے بڑے انقلاب کا اثر قبول نہ کیا نہ ان کا تتبع کیا۔

محمد امین چڑیا کوٹی

جواہر خسروی میں مولوی محمد امین صاحب چڑیا کوٹی کا قول ہے کہ "اس میں (خالق باری) کئی ہزار اشعار تھے۔" جہاں تک ہمیں معلوم ہے اس بیان کے واسطے مولانا کے پاس

کوئی سند موجود نہیں۔

دیباچہ خالق باری میں مولانائے ممدوح ذیل کی بعض وجوہ کی بنا پر خالق باری کو امیر خسرو کی تسلیم کرتے ہیں جن کا میں علاحدہ علاحدہ تبصرہ کرتا ہوں۔

(۱) کہتے ہیں :۔ "بعض محاورات اور الفاظ مستعملۂ کتاب کی قدامت صاف یہ بتلاتی ہے کہ یہ کتاب عہدِ حضرت امیر خسرو کے متصل زمانے کی تصنیف ہے جیسے "جیتل" کہ حضرت امیر خسرو کے عہدِ زندگی تک یہ ایک ہندی سکّہ کا نام تھا اور حضرت کے قریب عہد میں یہ متروک ہو چلا تھا۔ یہاں تک کہ ان کے بعد تاریخ میں اس کا نام بھی نہیں آتا۔ کیوں کہ سلاطین ہند کی قدیم سادگی جس طرح عیش و دولت کے سامانوں سے آراستہ ہو گئی تھی سکّوں کے سادہ نام بھی اشرفی اور اختر زر وغیرہ وغیرہ تکلفات سے بدل گئے تھے۔ بہر حال "جیتل" کا چلن عہدِ خسروی سے آگے نہیں پایا جاتا ہے۔" (جواہر خسروی، مقدمۂ خالق باری ص۵)

جیتل

جیتل کے متعلق مولانا کا یہ بیان تاریخ سے عدم مزاولت کی بنا پر ہے ورنہ جس زمانے میں وہ اس سکہ کا چلن متروک بتا رہے ہیں اسی زمانے سے اس کا رواج زیادہ ہوا ہے۔ محمد بن تغلق (۷۲۵-۵۲ھ) کے عہد میں جیتل ایک سکّہ ہے۔ اس پر ایک طرف "بگانی امانی" اور دوسری طرف "جیتل" درج ہوتا تھا۔ اس سکّہ کی تصویر طامس نے 'تاریخ پٹھان سلاطین دہلی' میں ص۲۵۲ پر دی ہے اور سفرنامۂ ابن بطوطہ کے ترجمہ جلد دوم میں صفحہ مقابل ص۱۱ پر مولوی محمد حسین نے دی ہے۔ طامس نے اس سکّے کو مسالک الابصار کی سند پر یگانی کا مرادف بتایا ہے۔ مولوی محمد حسین

اسی مسالک الابصار کے حوالہ سے ایک ہشتگانی چار سلطانی کے اور ایک سلطانی یا دوگانی دو جیتل کے اور ایک جیتل چار فلوس کے برابر لکھتے ہیں۔

ضیا برنی نے اپنی مشہور تاریخ فیروز شاہی میں جو ۷۵۸ھ میں امیر خسرو کی وفات سے ۳۳ سال بعد تالیف ہوئی ہے کئی موقعوں پر اس لفظ کا استعمال کیا۔ چناں چہ

"از برائے تنگہ و جیتل" ص۱۳۷ ۔ "و غلہ بہ یک جیتل سیرے رسیدہ"۔ ص۲۱۲
"یگاں جیتل از بہی پٹواریان"! ص۲۸۷۔ "موتھ در منے سہ جیتل"! ص۳۰۵

سید محمد بن سید مبارک کرمانی متوفی ۷۷۰ھ اپنی تالیف سیر الاولیا میں لکھتے ہیں:-

"امامت آں مسجد شیخ نجیب الدین متوکل را داد۔ آں بزرگ دختر خود را شادی عروسی کرد یک لک جیتل در کار خیر او خرچ کرد" ص۵۸

فیروز شاہ تغلق (۷۹۰-۷۵۲ھ) اپنے عہد میں جیتل کی جدید تقسیمیں 'ادھ' اور 'بیکہ' وضع کرتا ہے۔ شمس سراج عفیف تاریخ فیروز شاہی میں جو نویں صدی ہجری کی ابتدا کی تصنیف ہے۔ فقرہ ذیل درج کرتا ہے۔

سلطان فیروز شاہ فرمان فرمود کہ مہر نیم جیتل کہ آں را ادھ گویند و مہر دہ رنگ جیتل کہ آں را "بیکہ" گویند وضع کنند تا غرض فقرا و مساکین حاصل شود" ص۳۴۴

آئین اکبری میں جہاں اکبری عہد کے مسکوکات کا ذکر ہوا ہے۔ ابو الفضل جیتل کو فرضی سکہ اور دام کا پچیسواں حصہ مانتا ہے۔ امین احمد رازی ہفت اقلیم میں بہ ذکر بنگالہ یہ فقرہ لاتا ہے۔

"و حساب ولایت بنگالہ بر جیتل و گندہ و آنہ است۔ چہ چہار جیتل را

یک گندہ و بیست گندہ را یک آنہ و شانزدہ آنہ را یک روپیہ حساب می کنند
(ص ۹۵ ہفت اقلیم جلد اوّل طبع سوسائٹی ۱۹۱۸ء)

مہابت خاں عہدِ عالم گیر کا ایک امیر ہے وہ ایک عرض داشت میں
جو سراسر طنز و شکایت سے مملو ہے لکھتا ہے:-

"در غزنی و قندہار اشتہار یافتہ کہ مطربان باستقبال فرمان می شتابند
و نرخ حسب الحکم موقوف بر دو جیتل افتادہ و اسد خاں را کہ ہنوز بوئے شیر
از دہانش نہ رفتہ وزیر اعظم و دستور معظم فرمودند۔"

آنند بن ہیمراج گوالیری نے فنِ سیاق پر ایک رسالہ موسوم بہ خلاصۃ السیاق
۱۱۱۵ھ مطابق ۴۷ جلوس عالم گیری میں تصنیف کیا ہے۔ یہ رسالہ چوں کہ
غیر مطبوعہ ہے اس خیال سے اس کے ایک دو فقرے یہاں نقل ہوتے ہیں۔

"دستور معلوم کردن دامہا بہ حساب فی من :: باید کہ مبلغ نرخ من را
با دامہا ضرب نماید و حاصل ضرب را پنجاہ جیتل یک تنگہ بہ گیرد۔ مثلاً فی من
بیست تنگہ :: قیمت پنج دام می باید۔ پس بیست را با پنج ضرب دادیم۔
حاصل ضرب یک صد جیتل بیامد وازیں دو تنگہ گرفتیم قیمت پنج دام معلوم شد۔"

"اگر کسے پرسد۔ فی من دہ تنگہ است دو آثار را چہ باید داد باید کہ آثار را
با تنگہائے نرخ من ضرب دہد و حاصل ضرب را جیتل دانستہ بر چہل جیتل
مقرر نماید۔ پس یک بہلولی قیمت دو آثار معلوم شد۔"

شیخ جنید کا یہ شعر بھی ملاحظہ ہو ؎

چو دزد اندر کمین باشد کرے جو نینہ بنجارا
نباشد سود یک جیتل گوا وے مول بھی سارا

حافظ احسن اللہ لاہوری کے نصاب ذوق الصبیان تالیف ۱۲۰۷ھ

کا یہ شعر بھی یاد رہے ؎

امہ کنیزہ ہی لونڈی باندی جیتل نقرہ فضہ چاندی

جیتل کے لیے ہر عہد کی مثالیں بہم پہنچائی جاسکتی ہیں۔ لیکن میں بہ خوف طوالت انھی امثال پر قناعت کر کے مولوی صاحب کے دوسرے استدلال پر نظر ڈالتا ہوں۔

محاوراتِ قدیم

(۲) "محاورات قدیم مثلاً "میں تجھ کہیا" - "تو کت رہیا" - باد اوڑائی (ہوا چلی)" "آکھنا (دیکھنا)" - "چاد (شوق) وغیرہ الفاظ کی گواہی سے خالق باری کا زمانہ تصنیف عہد خسروی میں قطعی طور پر مقرر اور متعین ہو سکتا ہے" صے مقدمہ خالق باری مشمولۂ جواہر خسروی)

ہمارے نزدیک مولانا کا یہ استدلال بھی مضبوط نہیں "میں تجھ کہیا" میں تو کوئی غرابت نہیں سوائے اس کے کہ 'نے' علامت فاعل اور 'کو' علامت مفعول حذف کردی گئی ہے۔ دیہاتی زبان میں آج بھی یوں ہی بول جاتے ہیں یہی حالت "تو کت رہیا" کی ہے اس جملے میں مولانا شاید 'کت' کو قدیم سمجھ رہے ہیں۔ فرہنگ آصفیہ میں اس کے متعلق یہ عبارت آتی ہے۔

"کت (ہ) تابع فعل (گیتوں میں یا گنوار) :- کدھر۔ کس طرف۔ کہاں دوہرہ ؎

سونا ہو تو کس دھروں اور موتی دھروں پروے
بالا جوبن کت دھروں نت اٹھ میلا ہوے

ہریانہ کے علاقے رہتک کلانور جھجھر وغیرہ میں آج بھی "تیں کت گیا تھا" (تو کہاں گیا تھا) بولتے ہیں۔

'باد اوڑائی' کے معنی خدا جانے مولانا نے "ہوا چلی" کیسے لکھ دیئے۔ پورا شعر یوں ہے۔

آتش آگ آب ہی پانی   خاک دھول جو باو اوڑانی

یعنی ایسی گرد یا دھول جسے ہوا اڑا سکے 'اوڑانی' کی 'ی' ان ہونی۔ ناشدنی اور سوختنی کی طرح یائے لیاقت یا مفعولی ہے۔

"آکھنا" کے معنی "دیکھنا" معلوم نہیں مولانا نے کیسے لکھ دیے۔ اس کے معنی پنجابی و ہریانی زبانوں میں کہنا، بولنا اور پوچھنا آتے ہیں۔ مثال ؎

دو ہاتھ نکالے ہاتھ سوں جب آکھے تکبیر
سر نہ جھکائے رفع کرائے صاحب تدبیر

(رفقہ ہندی از مولانا عبداللہ انصاری تالیف ۱۰۲۶ھ)

'چاو' بمعنی شوق و رغبت و آرزو، آج بھی استعمال میں آرہا ہے۔ فرہنگ آصفیہ میں مذکور ہے۔ "چاو۔ ہ۔ اسم مذکر (۱) ولولہ۔ خواہش۔ جوش۔ ارمان (۲) شوق۔ ذوق۔ آرزو۔ تمنا (۳) ناز و نخرہ ؎

لاڈلی چنبیلی چاو میں آئی   لڑکے بالے ساتھ ہی لائی

خسرو شاہ

(۳)" اس میں شک کرنے کے بہت کم وجوہ ہیں کہ خالق باری حضرت امیر خسرو کی تصنیف ہے اور یہ شائبۂ شک بھی خود خالق باری کے مقطع یعنی آخری شعر کو دیکھ کر بالکل رفع ہو جاتا ہے جس میں لفظ خسرو موجود ہے اور جس شاعرانہ شوخی و فصاحت کے ساتھ یہ لفظ مقطع میں واقع ہوا ہے اور اس پر درویشانہ انکسار کا طرہ دیکھ کر ناممکن ہے کہ کوئی صحیح المذاق شخص اس کو تخلص نہ سمجھے اور صرف ایک لفظ بامعنی مثل دیگر الفاظ یا معانی کے جن سے خالق باری بھری ہوئی ہے قرار دے وہ شعر یہ ہے ؎

مولوی صاحب سرن پناہ   گدا بھکاری خسرو شاہ

اس کی ترتیب بالکل وہی ہے جیسے آج کوئی خسرو نام کا شخص اپنے تئیں

کسی تحریر میں خاکسار خسرو لکھ کر ختم کلام کر دے"۔ (مقدمۂ خالق باری ص۶)

مولانا کا یہ استدلال زیادہ تر شاعرانہ رنگ میں ہے۔ اہل اللہ میں سادات نے اپنے نام سے پہلے یا مابعد میں شاہ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ مثلاً شاہ نعمت اللہ م ۸۳۲ھ شاہ میانجی م ۹۰۹ھ وغیرہ۔ لیکن امیر خسرو کو جو لاچین ترک تھے کیا ضرورت پڑی تھی کہ شاہ کا لفظ اپنے تخلص کے آخر میں لا کر سادات کے نام کے ساتھ خواہ مخواہ التباس پیدا کر دیتے نہ امیر خسرو کے زمانے میں فقرا کے نام کے ساتھ اس لفظ کا رواج تھا۔ ہم اس قدر مان سکتے ہیں کہ اس مصرع میں صنعت ایہام ہے لیکن اس شعر میں سب سے زیادہ توجہ طلب مصرع اولیٰ ہے جس میں مولوی صاحب کی ترکیب وجود ہے۔ ظاہر ہے کہ مولوی صاحب۔ منشی صاحب۔ پنڈت صاحب وغیرہ کی ترکیب امیر خسرو کے عہد میں قطعاً رائج نہیں تھی۔ ایسے مرکّب گزشتہ صدی کی مبتدعات سے ہیں اس بنا پر ہمیں اس شعر کو جدید اضافہ ماننا پڑے گا اور بات بھی یہی ہے کیوں کہ اگرچہ خاتمے کا یہ شعر مطبوعہ نسخوں میں اسی طرح ملتا ہے لیکن قلمی نسخوں میں جو زیادہ قدیم اور معتبر ہیں یوں درج ہے:

خالق باری بھئی تمام ۔۔۔ دو جگ رہیا خسرو نام

شعر ہذا میں اگرچہ خسرو تخلص موجود ہے لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ خسرو وہی مشہور امیر خسرو ہیں۔ خسرو اور لوگوں کا بھی تخلص ہو سکتا ہے۔

پروفیسر مسعود حسن رضوی

پروفیسر مسعود حسن رضوی کا خیال ہے کہ خالق باری ایرانی و تورانی پناہ گزینوں کے واسطے لکھی گئی تھی۔ انکے الفاظ ہیں۔

"خالق باری غالباً بچوں کے لیے نہیں لکھی گئی تھی۔ امیر خسرو کے زمانے میں چنگیزیوں کی تاخت و تاراج نے ایران و توران کو زیر و زبر کر دیا تھا۔

ان کی جدال و قتال سے تنگ آکر ہزار ہا ایرانیوں اور تورانیوں نے ہندستان میں پناہ لی تھی۔ ان لوگوں کو ہندستانیوں سے بات چیت کرنے میں بڑی دقّت پڑتی تھی۔ نہ وہ ان کی بات سمجھتے تھے نہ یہ ان کی۔ قیاس کہتا ہے کہ اسی دقّت دُور کرنے کے لیے امیر خسرو نے فارسی اور ہندی کے ضروری ہم معنی الفاظ یک جا کر کے نظم کر دیے ہوں گے۔ (ہندستانی ص ۴۳، جنوری ۱۹۳۱ء)

میں اس خیال میں محترم پروفیسر کا ہم نوا نہیں ہو سکتا کیوں کہ ممالک اسلام میں چنگیزی طوفان ۶۱۷ھ سے شروع ہوتا ہے۔ اس سال اور بعد کے آنے والے چند سال تک ان وحشیوں کی خوں ریزی و قتل و غارت اپنے انتہائی تشدد پر رہی ہے۔ اسی زمانے میں تورانی و ایرانی ان سے بھاگ بھاگ کر غیر ملکوں میں پناہ گزیں ہوتے ہیں۔ چناں چہ ہندستان میں یہ لوگ ناصرالدین قباچہ والی ملتان (۶۰۲-۶۲۶ھ) اور شمس الدین التمش (۶۰۷-۶۳۳ھ) والی دہلی کے درباروں میں پہنچتے ہیں۔ چنگیز خاں ۶۲۴ھ میں مرتا ہے۔ امیر خسرو ۶۵۲ھ میں پیدا ہوتے ہیں اور ۷۲۵ھ میں وفات پاتے ہیں۔ اگر خالق باری امیر خسرو نے لکھی ہے تو وہ پچھلی دو تاریخوں کے درمیان کسی وقت لکھی گئی ہوگی۔ اس صورت میں چنگیزی پناہ گزینوں کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا نہ وہ ان کے واسطے لکھی جا سکتی کیوں کہ یہ کتاب ان کی آمد سے پچاس ساٹھ بعد تالیف ہوتی ہے۔

ادھر خالق باری کے سرسری مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ یہ تالیف ہندستانی بچوں کو فارسی عربی الفاظ سکھانے کے واسطے لکھی گئی ہے۔ نہ ایرانی پناہ گزینوں کو ہندی سکھانے کے مقصد سے۔ اگر یہ کتاب ان پردیسیوں کے واسطے لکھی جاتی تو اس کی صورت یہ ہوتی کہ اس کی تعلیمی یا تشریحی زبان فارسی

ہوتی - ہندی الفاظ و مرادفات کی اس میں کثرت ہوتی - نہ کہ ہندی لفظ کے واسطے التزاماً عربی فارسی مرادف دینے کی ضرورت پیش آتی - برخلاف اس کے ہم دیکھتے ہیں کہ ہندی عنصر اس میں کم ہے - فارسی عربی الفاظ اور مرادفات کی کثرت ہے - جس سے یہ امر ذہن نشین ہوتا ہے کہ اصل مقصد فارسی کی تعلیم ہے - میں بعض مثالیں دیتا ہوں ؎

بادہ شراب و راوق و صہبا می است مد   گر جرعہ زاں خوری توکنی کار نیک و بد

کون کہہ سکتا ہے کہ یہ شعر ان پناہ گزینوں کے واسطے لکھا گیا ہے - اس پورے شعر سے انھیں اس قدر علم ہوا کہ شراب کو ہندی زبان میں 'مد' کہتے ہیں - ادھر اس کے پانچ عربی فارسی مرادف دیے ہیں جن سے یقیناً یہ پناہ گزیں پہلے ہی سے واقف ہوں گے ؎

شب چراغ خنگ و نگاور خنگ توسن ہے ترنگ   ببر ضیغم شیر ناہر یوز چیتا ہے پلنگ

یہاں پہلے مصرع میں ہندی ترنگ کے پانچ - ناہر کے تین اور چیتے کے دو فارسی عربی مرادف دیے ہیں - بالفاظ دیگر تین ہندی لفظوں کے واسطے دس فارسی عربی الفاظ آئے ہیں - اس تناسب سے کوئی سمجھ دار انسان خیال نہیں کر سکتا کہ خالق باری ان پردیسی مسلمانوں کو ہندی سکھانے کی غرض سے وجود میں آئی - ذیل کی مثالوں میں ہندی کے مقابلے میں پھر عربی فارسی الفاظ کی بہتات دیکھی جاتی ہے :-

راہ طریق سبیل پہچان   ادھم تھم کا مارگ جان

قوت نیرو زور بل آن   سارق دزد چور ہے جان

خنجر و شمشیر صمصام است تیغ   ہندوی کھانڈا کھاوے ان ہن میخ

امید آس باشد نومید ہے نراس   چرخ و فلک سپہر بود آسمان اکاس

ثور ستور گاو ہی بلد | خواہی لادو خواہی الد
مہندی زبان خانہ ہم بیت گھر ہی | چو خوف و خطر بیم ہم ترس ڈر ہی
لسان و زبان فارسی جیبھ آکھو | درخت و شجر دار را رو کھ بھاکو
کثیر و فراوان و بسیار و افزوں | لبے بہت کہیے سبھی جانیو توں
ہم نمونہ بانگی اٹکل قیاس | عطر خوشبوی و شمیم و بوی باس
گلستان و ہم بوستاں باغ باڑی | چمن قطع باشد خیابان کیاری

بلکہ بعض اوقات صرف فارسی عربی الفاظ پر قناعت کی ہی اور ہندی مرادف ترک کر دیا ہی۔ چناں چہ :-

قصر کوشک حصن در تازی حصار | حجرہ کوٹھا بام اٹاری در دوار
کاغذ و قرطاس کاغد دیکھیے | ہم قلم ہم خامہ لیکھن لیکھیے
آفت و آسیب ہی رنج و بلا | حی و زندہ جانیو تم جیوتا
عقرب بتازی بچھو کژدم برج فلک | بشمر تو سروش و فرشتہ ملک
اسلحہ ہتھیار بود آہر شکار | رزم و غا جنگ دگر کارزار
مژدہ نوید خوش خبر بشارت | چشمک ایما سین اشارت

خالق باری میں عربی فارسی مرادفات لانے کا التزام اور بچوں کو پڑھانے کا اس کا عام دستور اس امر کی دلیل ہی کہ یہ کتاب بچوں کو فارسی سکھانے کے واسطے لکھی گئی تھی۔

کسی اور بیان میں پروفیسر موصوف فرماتے ہیں :-

"یہ معلوم نہ ہو سکا کہ خود امیر خسرو نے اس کتاب کا نام کیا رکھا تھا اتنا پتا ضرور چلتا ہی کہ آج سے کوئی تین سو برس پہلے بھی یہ کتاب خالق باری ہی کے نام سے مشہور تھی۔ اللہ خدائی سنہ ۱۰۱۶ھ کی تصنیف ہی۔ اس کے

مصنّف تجلّی نے کتاب کی مختصر منظوم تمہید میں یہ شعر بھی لکھا ہے ؎

شاید از لطف و رحمت باری　　روح خسرو نمایدم یاری

اس شعر میں امیر خسرو کی روح سے مدد مانگی ہے اور اس کے پہلے مصرع کے آخری لفظ سے خالق باری کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ خود اپنی تصنیف کا نام اللہ خدائی رکھا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس زمانے میں بھی امیر خسرو کا ہندی و فارسی منظوم لغت موجود تھا اور اس کا نام بھی خالق باری ہی تھا۔ تجلّی نے جس طرح منظوم لغت لکھنے میں خالق باری کا انداز اختیار کیا۔ اسی طرح اس کا نام بھی خالق باری کی طرز پر اللہ خدائی رکھا ورنہ ظاہر ہے کہ کتاب کا یہ نام رکھنے کی کوئی وجہ نہ تھی کیوں کہ اس نام کو کتاب سے کوئی مناسبت نہیں ہے"

(ہندستانی صہ۴۲ جنوری ۱۹۳۱ء)

اللہ خدائی کا مصنّف تجلّی جماعت صوفیہ سے گہری عقیدت رکھتا ہے خواجہ بہاؤالدین نقش بندی (متوفی ۷۹۱ھ) کی خدمت میں اسے قلبی ارادت ہے۔ ہر مشکل میں ان کی طرف رجوع کرتا ہے۔

گر مرا نیک او فتد یا بد　　خواہم از نقش بند خواجہ مدد

دارم امید جرعہ از جامش　　زانکہ مشکل کشائے شد نامش

پھر بادشاہ عہد شاہ جہاں کی مدح سے فراغت پا کر فیضان سخن کے واسطے حضرت نظام الدین اولیا اور امیر خسرو کی ارواح سے امداد کا خواستگار ہے تاکہ مرغ معنی اس کے جال میں پھنس جائے۔ کہتا ہے:۔

بہر مرغ سخن نہادم دام　　مددے خواستم ز روح نظام

شاید از لطف و رحمت باری　　روح خسرو نمایدم یاری

تا مگر فکر تم تمام افتد طائرِ معنی ام بدام افتد

دوسرے شعر میں 'باری' لفظ کے لانے سے یہ قیاس کہ تجلّی نے خالق باری کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اضافت بادنیٰ ملابست کا حکم رکھتا ہے۔ اگر شاعر ایسا کرنا چاہتا تو مصرع میں ایک ادنیٰ تبدیلی سے کتاب کا پورا نام لا سکتا تھا۔ یعنی ع

شاید از لطف خالق باری

اس لیے یہ یقین کرنا دشوار معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کا مقصد یہاں خالق باری سے ہے اگرچہ مجھ کو تسلیم ہے کہ خالق باری اللہ خدائی سے اقدم ہے اللہ خدائی خالق باری کا پورا تتبع نہیں کرتی۔ جس طرح موخر الذکر کے آغاز میں الفاظ 'خالق باری' ملتے ہیں اسی طرح تجلی کی تالیف کے شروع میں 'اللہ خدائی' الفاظ نہیں آتے بلکہ حمد و نعت و سبب تالیف کے بعد اصل کتاب اس شعر سے شروع ہوتی ہے

ہے صمد پاک اور احد یکہ جان ام القریٰ کو تو مکّہ

کتاب کا نام خاتمے میں یوں دیا ہے:۔

چوں بفضل خدائے گشت تمام کردم اللہ خدائی ایں را نام

میرا خیال ہے کہ تجلّی نے اپنی کتاب کا نام 'اللہ خدائے' رکھا ہوگا نہ 'اللہ خدائی' اگرچہ اس تالیف کے مطبوعہ و قلمی نسخوں میں بالعموم 'اللہ خدائی' نام نظر آتا ہے۔

ڈاکٹر وحید مرزا

ڈاکٹر وحید مرزا نے اپنے انگریزی مضمون 'خسرو کی ہندی شاعری' میں جو ادارۂ معارف اسلامیہ کے پہلے اجلاس منعقدۂ لاہور اپریل ۱۹۳۳ء کی رو یداد کے ساتھ چھپا ہے،

کوئی نئی بات پیدا نہیں کی۔ وہ تقریباً مولانا محمد حسین آزاد۔ مولوی محمد امین چڑیا کوٹی اور پروفیسر مسعود حسن رضوی کے بیانات کو مختصراً دُہرا کر کہتے ہیں کہ خالق باری کے متعلق یہ فیصلہ کرنا کہ وہ خسرو کے قلم سے نکلی ہے یا نہیں نہایت مشکل ہے۔ اگر خسرو کی تصنیف ثابت بھی ہو جائے تو اس سے طوطیِ ہند کی شان کون سی بلند ہو جائے گی۔

خان آرزو

خالق باری کے متعلق یہ بعض آرا زمانۂ حال کے اساتذہ محققین کی ہیں۔ قدما میں خان آرزو (سراج الدین علی خاں) متوفی ۱۱۶۹ھ جہاں تک مجھے معلوم ہے پہلے بزرگ ہیں جو اس کتاب کا ذکر کرتے ہیں۔

غرائب اللغات اُردو لغات پر ایک کتاب عہدِ عالم گیر کے فاضل میر عبدالواسع ہانسوی کی تصنیف ہے۔ خان آرزو بعد ترمیم و اضافہ اس کی ایک جدید اشاعت تیار کرتے ہیں۔ اس اشاعت میں جو غرائب اللغات ہی کے نام سے موسوم ہے۔ خان موصوف کئی موقعوں پر رسالہ منظومہ امیر خسرو کا جس سے ان کی مراد خالق باری ہی ذکر کرتے ہیں۔ لفظ 'انون' کی تشریح کے وقت میر عبدالواسع پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"انون' در رسالہ بخاریکہ در ایام زمستان بر روی ہوا پیدا شود، میغ" مولف گوید کہ ایں غلط است چراکہ 'انون' در ہندی ابر بلند شدہ را گویند۔ لہذا در وقتے کہ ابر شود ہندیاں گویند۔ 'بادل اٹھے' یعنی ابر پیدا شد و سبب غلط این است کہ امیر خسرو علیہ الرحمۃ در رسالہ خود 'انون' میغ گفتہ و در اکثر لغت فرس میغ بمعنی بخار مذکور آوردہ و حال آں کہ میغ بمعنی ابر نیز آمدہ چناں کہ در سروری۔ و ہندی صحیح بخار مذکور 'کُہر' است و در فارسی مشہور در کتب لغت 'تزم' بکسر نون

و سکون رائے معجمہ و میم "۔

اس موقع پر خان آرزو کی مراد خالق باری کے اس شعر سے ہے۔

خنجر و شمشیر و صمصام است تیغ   ہندوی کھانڈا کھاوے آن اسن ایغ

مطبوعہ نسخوں میں یہ شعر اسی طرح ملتا ہے لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ خالق باری کے قلمی و قدیم نسخوں میں 'آن من' کی جگہ 'انون' 'اونون' یا 'انو' ملتا ہے۔

چھرے کی تشریح میں خان موصوف تحریر فرماتے ہیں :۔

"چھرا۔ در رسالہ "کارد بزرگ و بتازی ساطور خوانند" ہمین است در کشف اللغات و در منتخب اللغات کارد و خنجر و در قاموس مطلق چیزے کہ بُرد، و در رسالۂ منظومۂ امیر خسرو چھرہ بمعنی استرہ است و مشہور در قصبات ہندستان نیز ہمین است "۔

یہاں خان آرزو خالق باری کے شعر ذیل کی طرف اشارہ کرتے ہیں

جاروب سوہنی کہ بداست ٹوکرا   مقراض کترنی کہ بود استرہ چھرا

ماڈھی ایک اور لفظ ہے۔ خان موصوف اس کے متعلق لکھتے ہیں :۔

" ماڈھی در رسالہ عمارتے کہ بر قبر آتش پرستان و یہود ان سازند۔ ستوداں ۔، سین مہملہ و فوقانی بواو رسیدہ لیکن بمعنی بام است۔ چناں چہ از از رسالۂ منظومۂ امیر خسرو علیہ الرحمۃ معلوم می شود۔ امّا تحقیق آن است کہ ماڈھی مطلق عبارت است و بہ معنی کہ مصنف آوردہ مڈھی بحذف الف"

خالق باری کا یہ شعر خان کے ذہن میں ہے

قصر کوشک حصن درتازی حصاً   حجرہ کوٹھا بام ماڑی در و دار

چکوا چکوی کے تعلق میں لکھتے ہیں :۔

"واین کہ در شعر امیر خسرو لفظ چکاوک بمعنی چکوا چکوی واقع شدہ توجیہ آں در سراج اللغۃ نوشتہ ام"۔ خالق باری میں مجھے کوئی ایسا شعر نہیں ملا جس میں یہ لفظ آتا ہو۔ ممکن ہے کسی اور تالیف سے دیا ہو۔ بہرحال ان تلمیحوں سے ظاہر ہے کہ خان آرزو خالق باری سے بہ خوبی واقف ہیں اور اس کو امیر خسرو کی تالیف تسلیم کرتے ہیں۔ خان آرزو پر کیا موقوف ہے۔ محمد شاہ کے عہد کے بعض مخطوطوں سے بھی جن تک میری رسائی ہوئی ہے۔ اسی عقیدے کی تائید ہوتی ہے۔

میرا خیال ہے کہ ہم نے خالق باری کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دی ہے تاریخ و ادب میں کہیں اس کا ذکر نہیں آتا۔ نہ خسرو کی تالیفات کے ساتھ اس کا شمار ہوتا ہے نہ اس کے قدیم نسخے دست یاب ہوتے۔ جس قدر نسخے ملتے ہیں بارہویں اور تیرھویں صدی ہجری کے نوشتہ ہیں۔ حتیٰ کہ گیارھویں صدی کا بھی کوئی باتاریخ نسخہ معلوم نہیں چہ جائے کہ دسویں صدی یا اس سے قبل کے نسخے معلوم ہوں۔

خالق باری کے تتبع میں کتابیں

گیارھویں صدی میں کم اور اور بارھویں تیرھویں صدی میں خالق باری کے تتبع میں درجنوں کتابیں لکھی جاتی ہیں مثلاً اللہ خدای، از تجلّیؔ۔ فرح صبیان، از شیخ اسحق لاہوری قریب ۱۰۵۰ھ در عہد شاہ جہاں۔ صمد باری از میر عبدالواسع ہانسوی۔ فتح الفہم، نصاب مصطفیٰ ۱۱۲۶ھ عہد فرخ سیر۔ اسمائے فارسی از نوندرائے۔ قرآن مصحف۔ رازق باری. از والہ۔ ایزد باری۔ لغات السعید از محمد حصار۔ مطبوع الصبیان از صفی۔ خالق باری از محمد اکرم۔ خالق باری از سید غلام علی شاہ امروہوی المتخلص بولیؔ۔

قادر باری، از فیاض عسکری سنہ ۱۲۱۰ھ - اللہ باری، از حافظ احسن اللہ لاہوری سنہ ۱۲۰۷ھ - قادر نامۂ غالب، نصاب مختصر از مولوی قدرت احمد عاصی سنہ ۱۲۳۵ھ مالک باری، از پنڈت بل رام کشمیری سنہ ۱۱۸۰ھ - نصاب حسن عرف شمع انجمن از منشی حسن علی ولد محمد اسمٰعیل خاں بیدری سنہ ۱۲۵۷ھ - فارسی نامہ کلاں طبع قیومی سنہ ۱۳۳۰ھ - قرآن مصحف، گنج فارسی از مہلہہ، فیض جاری از میر شمس الدین محمد مرحوم سنہ ۱۸۵۲ء نول کشور، نادر الترتیب مع فرہنگ طبع سنہ ۱۸۹۵ء، حمد باری از عبد السبیح رام پوری - مفید البحث از منشی جمعیت علی - اللہ پیارے، از محمد عبد الحمید - ایزد نامہ از امجد، خالق باری از احمد الدین خاں - خوش حال صبیان - از جگجیون داس وغیرہ وغیرہ

جب اس قدر کتابیں ان تین چار صدی کے اندر اندر لکھی گئی ہیں تو ظاہر ہے کہ خالق باری بھی ان کے متصل زمانے میں لکھی گئی ہوگی - یہ امر قرین قیاس نہیں کہ خالق باری ۷۲۵ھ سے قبل بلکہ ساتویں صدی میں لکھی جائے - اس کے بعد پوری تین ساڑھے تین صدی تک اہلِ علم خاموش ہیں یا اس کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھیں - گیارھویں صدی میں یکا یک اس کا چرچا ہو اور اس کی تقلید میں نصاب تیار ہونے لگیں - ہمارے نزدیک یہ ایک ناقابل تسلیم صورت حال ہے - خالق باری نصابی سلسلے کی ایک کڑی ہے - اس کا زمانہ ہمیں دیگر ایسی تصنیفات کے زمانہ کے قریب ماننا ہوگا -

اگر خالق باری حضرت امیر خسرو کی تصنیف ہوتی تو صورتِ واقعات بالکل مختلف ہوتی - اس عہد سے لے کر اب تک سیکڑوں نصاب اس کی تقلید میں لکھے جاتے - شارح اس کی شرحیں لکھتے - اہلِ لغات اس سے استشہاد کرتے اور کتاب ہذا مختلف فیہ لغات کے واسطے ایک معتبر اور

سندی ماخذ قرار پاتی۔ بہت کم لوگ واقف ہیں جس بے سروسامانی اور مشکلات کے ماحول میں آٹھویں، نویں اور دسویں صدی ہجری کے ہندستانی فرہنگ نگاروں نے اپنی کتب لغات ترتیب دی ہیں۔ وہ ادنیٰ ادنیٰ شرحوں سے لغات جمع کرتے ہیں۔ کتابوں کے حواشی سے الفاظ چنتے ہیں۔ زندہ اساتذہ سے تحقیق کرتے اور دریافت کرتے ہیں۔ خطوط و مکتوبات سے سند لیتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اگر امیر خسرو اتنا بڑا مجموعۂ لغت اپنی یادگار چھوڑ جاتے جو کہا جاتا ہے کئی بڑی جلدوں میں اور کئی ہزار اشعار کا حامل تھا۔ کس طرح ممکن تھا کہ یہ فرہنگ نگار جو دو درجن سے زیادہ ہیں اس سے استفادہ نہ کرتے بلکہ اس کے وجود سے بھی بے خبر رہتے۔ یہ خیال کرنا کہ یہ کتاب محض اتفاقیہ ان کے ہاتھ نہ لگی حقیقت سے بعید معلوم ہوتا ہے۔ کیوں کہ ان بزرگوں کے قول کے مطابق شروع ہی سے یہ کتاب داخلِ نصاب رہی ہے۔ پھر ان کی ناواقفیت اس سے کس طرح ممکن تھی۔

مولانا محمد امین نے اس یقین کے ساتھ کہ خالق باری امیر خسرو کی تصنیف ہے۔ دل کھول کر شاعرانہ انداز میں اس کی تعریف کی ہے بلکہ نصاب الصبیان سے مقابلہ کرکے خالق باری کی افضلیت کو تسلیم کر لیا ہے۔ مولانا نے غالباً یہ سب کچھ محض عقیدتاً کیا ہے۔ کیوں کہ حقیقتاً اگر ان کو مقابلہ منظور ہوتا تو نصاب الصبیان کے بجائے عبدالواسع کے نصاب سہ زبان یا ان نصابوں سے جو خالق باری کے بعد وجود میں آئے ہیں مقابلہ کرتے جو ہر حال میں زیادہ مناسب اور موزوں ہوتا۔ امیر خسرو کا احترام ہمارے دل میں بھی اسی قدر ہے جس قدر کہ مولانا کے دل میں ہے۔ لیکن خالق باری کا معاملہ اور بات ہے۔ میں امیر کی طرف اس تالیف کا انتساب امیر کی ہتک سمجھتا ہوں۔ ہمیں اس کے نقائص

پر بھی ایک نگاہ ڈالنی چاہیے -

اس کتاب میں ہر قسم کی ترتیب کا التزام مفقود ہے - مضمون الفاظ اور وزن میں کوئی قرینہ ملحوظ نہیں - ہندی الفاظ کے تلفظ کی کوئی پروا نہیں کی گئی - بعض الفاظ کا صحیح ترجمہ نہیں دیا - عربی فارسی اور ہندی مرادف بالالتزام نہیں دیے - کبھی فارسی ہندی دے دیے کبھی فارسی عربی پر اکتفا کی - بھرتی کے الفاظ اس کثرت سے لائے گئے ہیں کہ الفاظ برائے بیت خالق باری کا وقبیح پہلو بن گئے ہیں - مثلاً شعر مذکورۂ بالا بادہ شراب وراوق الخ میں مصرع دوم

"گر جرعہ زاں خوری تو کنی کار نیک و بد"

تمام و کمال برائے بیت ہے -

وزن کی غلطیاں یہ امر قابلِ غور ہے کہ کتاب نو عمر بچوں کے واسطے لکھی گئی ہے اس لیے اس کی بحروں کا سبک اور شگفتہ ہونا ضروری تھا - لیکن تصنیف ہذا میں کئی موقعوں پر غیر شگفتہ وزن نظر آتا ہے - اس پر طرہ یہ کہ اوزان کی غلطیاں بھی موجود ہیں - کوئی مصرع گھٹ گیا - کوئی بڑھ گیا مثلاً شعر آیندہ

زر بود سونا سیم چاندی نقرہ روپا　　　جامہ کپڑا ٹاٹ ٹپڑ ڈبہ کوپا

جو بظاہر بحر رمل مسدس سالم میں ہے اس کے پہلے مصرع میں رکن اول کے بعد ایک سبب خفیف زائد از وزن لایا گیا ہے یعنی 'سونا' کا 'نا' وزن سے باہر ہے -

جگر داں کلیجہ سپر زاست تلی　　　کہ پہلو بود ہندوی پانسلی

اس شعر میں پہلے مصرع کا آخری رکن سالم یعنی فعولن آیا ہے - دوسرے مصرع کا آخری رکن محذوف یعنی فعل ہے - یہ اختلاف ناجائز ہے

ورنہ تلی کے لام کو بہ تخفیف تشدید پڑھنا ہوگا۔

اور شعر ؂

عقرب بتازی بچھو کژدم برج فلک   بشمر تو سروش و فرشتہ ملک

میں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پہلا مصرع انگڑائی لے رہا ہے۔ اس کے وزن کی اگر تلاش کی جائے تو فارسی والے کہیں گے کہ ہندی وزن ہوگا اور ہندی والے کہیں گے کہ فارسی ہوگا ؂

توت فرصاد است کھیرا باد رنگ   چھینکا آونگ ہندوی ڈھیل ہےو ورنگ

اس شعر میں آونگ کا گاف اور ڈھیل کی لام زائد از وزن ہیں

پانچ شعر کا ایک قطعہ جو بہ ظاہر وزن ہزج مسدس اخرب مقبوض محذوف مفعول مفاعلن فعولن معلوم ہوتا ہے۔ مولانا محمد امین صاحب چڑیا کوٹی کی مرتبہ خالق باری صفحہ ۱۲ سے یہاں درج کیا جاتا ہے۔

کیوان زحل سنیچر آمد   آدیت بپارسی خور آمد

مریخ بزبان ہندوی منگل   رائی بزبانِ فارسی خردل

بدھ ہے عطارد گر تو بدانی   اورا تو دبیر چرخ خوانی

برجیس مشتری برسپت   قاضی سپہر در سعادت

شد شکر ہندوی زہرہ را نام   خنیاگر آسمان دل آرام

قطعہ ہذا میں پہلے شعر کا وزن درست ہے۔ لیکن دوسرے شعر کا وزن مفعولُ مفاعلن مفاعیلن ہے وہ بھی اس صورت میں کہ مریخ کے بعد بائے ظرف کو زائد از وزن قرار دیا جائے۔ تیسرے شعر کا مصرع اول بروزن مفتعلن فع دو بار ہے۔ چوتھے شعر میں برجیس کے بعد "ہے" کے اضافہ سے وزن درست ہوگا۔ پانچویں شعر میں مصرع اول کا وزن یقیناً ہزج

مسدس اخرب مقبوض و محذوف سے خارج ہی - بہرحال ارکان شعر میں اس قدر اختلاف عروضی نقطۂ نظر سے بالکل ناجائز ہی -

ایک ہی لفظ کے دو مختلف معنی

یہ بھی دیکھا جاتا ہی کہ مصنّف مختلف موقعوں پر ایک ہی لفظ کے دو مختلف معنی دے جاتا ہی :-

عنقا سیمرغ ہست لگ لگ ہو تیترا　　ہم بارکش رلیماں ہی جیبڑا
طاؤس مور باشد و درّاج تیترا　　خوب ونکو بھلا و بد و زشت ہی برا

گویا مصنف کے نزدیک تیتر کی فارسی لگ لگ بھی ہی اور درّاج بھی - لیکن فارسی میں لگ لگ اور درّاج دو مختلف پرندے ہیں - درّاج بیشک تیتر ہی - لگ لگ کو اہلِ لغات یوں بیان کرتے ہیں :-

"مرغ است مشہور کہ گردن ومنقار و پائے دراز دارد و مار را شکار کند حکیم سنائی ؎

آں لگ لگ گویا کہ لک الحمد و لک الشکر　　تو طعمۂ من کردۂ آں مار ژیاں را"

اس قسم کی غلطی حضرت امیر خسرو سے نہایت بعید ہی -

کسی دوسرے موقع پر خرما کے معنی ایک جگہ کھجور بتائے ہیں اور دوسری جگہ املی چناں چہ :- ؎

جان خرما ہندوی انبلی　　دان صمغ گوند گلیم است کنبلی
ہندوی گویند خرما را کھجور　　داکھ را تو فارسی میدان انگور

املی اگرچہ خرمائے ہندوی کہلاتی ہی لیکن جس طریق سے مصنّف نے بیان کیا ہی بے حد مغالطہ انگیز ہی - شعر دوم میں جس طرح انگور کا تلفظ کھپایا گیا ہی ہمیں پنجاب کی یاد دلاتا ہی - یہ تلفظ امیر سے بعید ہی -

صحت الفاظ کی پروانہ کرنا

مصنّف صحت الفاظ کی پروانہ کرتے ہوئے ساکن کو متحرک اور متحرک کو ساکن کر دیتا ہے ۔

ہرن آہو جانیے آہو بچہ کہیے غزال بوزنہ بندر خرس ریچھ آمدہ گیدڑ شغال

بہ ضرورت وزن یہاں ہرن کی رے کو جو متحرک ہے ساکن اور خرس کی رے کو جو ساکن ہے متحرک پڑھنا ہوگا ۔ یہ تلفظ مبتدیوں کے لیے یقیناً گمراہ کن ہے ۔

کرم شب تاب است کیڑا چمکناں نیز گویند آتشک اورا بداں

'چمکناں' بہ تحریک اوّل و دوم وسکون سوم ہے ۔ یہاں وزن کی بنا پر اس کو بہ سکون دوم و حرکت سوم پڑھنا ہوگا ۔

حربا گرگٹ کژدم بچھو راسو نیول سگ ہے کتا ماہی مچھلی لقمہ کول

اس شعر میں 'کول' جیسا کہ مولانا محمد امین صاحب نے لکھا ہے بہ حرکت اوّل و دوم ہے مگر وزن کی خاطر بہ سکون دوم و سوم پڑھا ہے ۔

گندم گیہوں نخود چنا شالی ہے دھان جرت جونری عدس مسور برگ ہے پان

شعر ہٰذا میں جوار کے لیے جرت کا لفظ آیا ہے اس شکل میں یہ لفظ کتب لغات میں نہیں ملتا ۔ اہل لغات زرت با زاے معجمہ و تشدید دوم (جیسے حکیم یوسفی کے قصیدے میں دیکھا گیا) لکھتے ہیں اور بعض اہل نصاب بہ تخفیفِ تشدید لائے ہیں ۔

چرخہ ریٹہ غلّہ را پاگلہ دان رانڈ بیوہ زال را بوڑھی بجواں

اس شعر میں پاگلہ ایسا لفظ ہے جس سے اہلِ لغات ناواقف ہیں ۔

غیر صحیح ہندی ترجمے

اسی طرح بعض الفاظ کے ہندی ترجمے صحیح نہیں دیے۔

سیر اگھاتا کور کا نا بھید راز　　گرسنہ بھوکا پیاسا تشنہ باز

کور کا ترجمہ کانا ایک نصاب کی کتاب میں جو خصوصیت کے ساتھ بچوں کے واسطے لکھی جاتی ہو درست نہیں کہا جا سکتا۔

دست برنجن کنگن کہیے پائل ہو خلخال　　پائے برنجن چوڑا کہیے خوبی حسن جمال

یہاں لفظوں کی الٹ پھیر سے غلط معنی پیدا ہو گئے یعنی پائے برنجن کے معنی چوڑا دیے ہیں۔ چوڑا ہاتھ میں پہنا جاتا ہو نہ پانو میں۔ چوڑا غالباً دست برنجن سے متعلق ہو جو پہلے مصرع میں آتا ہو۔

جوز بویا جائپھل بیشک بداں　　ہم قرنفل لونگ را کیکر بخواں

کیکر کو پنجابی لفظ بتایا گیا ہو۔ چناں چہ تمام مطبوعہ نسخوں میں اس کو پنجابی دکھایا ہو لیکن حیرت خیز یہ امر ہو کہ اہل پنجاب اس لفظ سے جن معنوں میں کہ یہاں آیا ہو اپنی لاعلمی ظاہر کرتے ہیں۔ کیکر البتہ ان کے ہاں ببول کو کہتے ہیں نہ لونگ کو۔

شب گیر و لیل و شب تو بداں رات رین نس　　فانیذ و قند و شکر گڑ جان زہر بس

یہاں شب گیر (وقت سحر پیش از صبح) کو رات کے ہم معنی کہنا بروئے لغت درست نہیں۔ اسی طرح دوسرے مصرع میں فانیذ قند و شکر کو مترادفات کے طور پر لاکر ان کا ترجمہ "گڑ" بتانا نامناسب ہو۔

ران و فخذ کہ جانگھ بود ناز لاڈلا　　استخواں ہاڑ باشد و دیوانہ باولا

دونوں مصرعوں میں وزن کے اختلاف سے قطع نظر ناز کا ترجمہ لاڈلا صحیح نہیں کہا جا سکتا۔ ناز بمعنی فخر و استغنا و نازش ہو۔ اِدھر لاڈلا

نازپروردہ اور پیارا ہے نہ کہ ناز۔

رایت لوائے ونیزہ بود اسپرست ڈھال　　　لبِ آب ندی حوض دگر سرو رست نال

نیزہ، رایت اور لوا کا ہم معنی نہیں مانا جاسکتا۔ نیزہ بھالا یا برچھا ہے رایت جھنڈا ہے۔

دیہیم و تاج وافسر در ہندوی مکٹ　　　زاغ بریدہ پرا تو جان کاگ کٹ

زاغ بریدہ پر کا ترجمہ 'کاگ کٹ' ناکافی ہے۔ خالی 'کٹ' سے تو 'بریدہ پر' کا مفہوم ادا نہیں ہوتا ہے۔

انگشتری انگوٹھی کہیے خاتم جان نگینہ　　　ہے زنگولہ گھنگرو، بچھوا جھمکا مال خزینہ

نگینے کے مشہور اور معتبر معنی نگین یا نگ ہیں۔ انگوٹھی پر اس کا اطلاق بہ سبیل مجاز ہے اور نہایت قلت سے استعمال ہوا ہے۔ مصنف خالق باری عام فہم معنی سے احتراز کرکے غیر مشہور معنی دے رہا ہے۔ مصرع ثانی میں گھنگرو، بچھوا اور جھمکا تین مختلف المعنی ہندی الفاظ جمع ہیں۔ گھنگرو زنگولہ کی ہندی ہے۔ بچھوا ایک ہتھیار ہے اور پاؤں کی انگلیوں کا زیور بھی ہے۔ جسے جھمکے کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں۔ مال اور خزینہ عربی الفاظ ہیں اور باہم مرادف نہیں۔

ہامہ کاچک ماںجھ کپار جا کہیے ٹھاؤں　　　چوں در ہندوی مرا بہ پرسی کھوپڑی ناؤں

یہاں عربی ہامہ اور اس کے فارسی مرادف کاچک کے لیے ایک ہندی مرکب لفظ ماںجھ کپار دیا ہے۔ پھر فارسی لفظ جا کا ترجمہ ٹھاؤں لاکر پہلا مصرع ختم کردیا ہے مصرع ثانی میں دوبارہ پہلے لفظ کی طرف رجوع کرکے کہا ہے کہ اگر ہندی میں پوچھوگے تو اس کا نام کھوپڑی ہے۔ یہ نامناسب طریقہ ہے کہ ایک لغت کی تشریح دوسرے لغت کے بعد لاکر متعلم کے ذہن میں غلط فہمی کا موقع پیدا کیا جائے۔ مولانا نذیر احمد نے اس سقم کو دور کرنے کے

لیے شعر کو یوں بدلا ہے :۔

کلھڑا کوزہ صراحی بوتل پیالہ کاسہ ایاغ   ہامہ کاچک کھوپڑی باشد بھیجا مغز دماغ

اسی قسم کی تقدیم وتاخیر کی مثال میں ایک اور شعر دیا جاتا ہے :۔

عشق ومحبت عاشق متّر جانی نیہہ   دشمن بیری کوس دمامہ باراں مینہ

یہاں بھی عشق ومحبت کا ہندی ترجمہ نیہہ' غیر لفظ عاشق اور اس کے ہندی مرادف متّر کے بعد جا کر دیا ہے - ع

طفل کودک خورد و بالا منڈھ را

اس مصرع میں 'را' حشو یہ بالکل مہمل اور بدنما ہے

چو بعد است دور وچو نزدیک نیڑا   سمن ررہے آگ میں جیو کیڑا

'بُعد' کی فارسی دوری ہے نہ کہ دور یا یوں کہیے کہ 'دور' کے واسطے بعید آنا چاہیے تھا - ایسی غلطی مصنّف یا کاتب کی بے خیالی سے پیدا ہو سکتی ہے - لیکن تعجب اس بات پر آتا ہے کہ امیر خسرو کے لحاظ سے کسی نے خالق باری کی ایسی غلطیوں کی درستی کی جرأت نہ کی -

چوب دستہ موسل است خوشہ بھلی   موسل ست معروف ہاون اوکھلی

یہ شعر بھی مصنّف کی بے پروائی کی مثال میں لایا جا سکتا ہے - پہلے مصرع میں 'موسل' کو معروف کہہ کر چھوڑ دیا اور دوسرے مصرع میں وہی لفظ مکرر لاکر اس کی فارسی 'چوب دستہ' دی ہے -

کبہ وجیش وحشم داں لشکر است   نام کیول را بداں نیلوفر است

کیول کوئی لفظ نہیں - اصلی لفظ 'کنول' ہوگا کسی غلطی کی بنا پر 'کیول' لکھا گیا - لیکن امیر خسرو کے رعب میں آکر کسی نے اس کی تصحیح کا اقدام نہیں کیا - اسی طرح دوسرے مصرع کے پہلے رکن میں 'کبہ و' کی جگہ 'کوکبہ' زیادہ مناسب

اور عام فہم معلوم ہوتا ہے۔

مصنّف خالق باری اور امیر خسرو مختلف ہیں

یہاں بعض ایسی شہادت پیش کی جاتی ہے جس سے قیاس ہوتا ہے کہ مصنّف خالق باری اور امیر خسرو دو مختلف شخصیتیں ہیں ہم دیکھتے ہیں کہ بعض امور میں ان کی معلومات مختلف ہے مثلاً

فارسی سیمرغ عنقا ہست تدرو وکبک ہنس ہجو یرقانست کانور ہی زریرو نسل نبس

اس شعر میں تدرو۔ کبک اور ہنس تین مختلف پرندوں کو مصنف نے ایک مان لیا ہے۔ کبک کسی تشریح کا محتاج نہیں۔ اس کو ہم چکور کہتے ہیں۔ ع

کبک کو ہندی میں کہتے ہیں چکور

ہنس آبی پرندہ ہے۔ تدرو کے واسطے اہل لغات لکھتے ہیں :۔

"مرغیست صحرائی شبیہ بہ خروس در نہایت خوش روشی و خوش رفتاری"۔

لیکن قابلِ ذکر یہ امر ہے کہ خود امیر خسرو کبک اور تدرو کو علی الرغم مصنف خالق باری علاحدہ علاحدہ پرندے تسلیم کرتے ہیں۔ چناں چہ قران السعدین[۵]

آں کہ پریدے زبر خود تدرو ماندہ چو پر گم شدگاں زیر سرو

لالہ چو از کوہ برفت از شکوہ کبک بہ برید دل از تیغ کوہ

قران السعدین میں دونوں شعر اسی ترتیب سے بلا فصل آتے ہیں جس سے اس یقین میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ امیر کے نزدیک کبک اور تدرو علاحدہ علاحدہ پرندے ہیں۔ اس کی تائید نظامی کے اشعار سے بھی ہوتی ہے چناں چہ[۵]

دریں باغ رنگین چو کبک و تدرو نہ گل در چمن ماند خواہد نہ سرو

(سکندر نامہ ص ۱۸ مطبع مصطفائی ۱۲۷۰ھ)

(دیگر) چمن باز نو شد بہ شمشاد و سرو خرامش در آمد بکبک و تدرو

(سکندر نامہ صہ ۱۵۴ مطبع مصطفائی سنہ ۱۲۷۰ھ)

(دیگر) زتیہو و دراج و کبک و تدرو نیابی تہی سایۂ بید و سرو
سکندر نامہ صہ ۱۵۲ مطبع مصطفائی سنہ ۱۲۷۰ھ)

بہر حال خسرو کی طرح نظامی بھی کبک و تدرو کو جداگانہ پرندے قبول کرتے ہیں اگر خالق باری امیر کی ملک ہوتی تو کبک و تدرو کو ایک دوسرے کا مرادف ماننے کی غلطی ان سے سرزد نہ ہوتی۔ یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ خالق باری کا مصنف اور امیر خسرو ایک شخص نہیں ہیں۔ نہ ہم یقین کر سکتے ہیں کہ خسرو ہلس۔ تدرو اور کبک میں کوئی فرق نہیں کر سکتے تھے۔

ثور ستور گاؤ ہر بلد خواہی لادو خواہی الد

یہاں لادو بمعنی گدہ یا بار بردار ہے۔ لیکن امیر خسرو دول رانی خضر خانی میں بار بردار کے لیے جو ہندی لفظ لائے ہیں 'لادی' ہے۔

سوم لادی گرفتہ بر سر ایں بار کہ در ہندی است لادی بار بردار

لادی فی زمانہ بوجھ کے واسطے آتا ہے یعنی اتنا وزن جو کوئی جانور ایک مرتبہ لے جا سکتا ہو۔

ستور کا اطلاق اگرچہ چارپائے پر ہوتا ہے مگر زیادہ تر مراد گھوڑا لیا جاتا ہے۔ فردوسی۔

زسم ستوراں دراں پہن دشت زمین شش شد و آسماں گشت ہشت

دیگ ہانڈی کفچہ ڈوئی بے خطا تابہ گزگان است کڑاہی و توا

گزگان یا گزکان نے مصنوعی لغت کی حیثیت اختیار کر لی ہے یہ لفظ آنند راج نفائس۔ برہان۔ رشیدی اور جہانگیری میں نہیں ملتا۔ البتہ قازقان۔ قزغان اور گزغان بہ معنی "دیگ بزرگ میں" ملتا ہے جو ترکی لفظ ہے۔ امیر خسرو فرماتے ہیں۔

ولے با ایں ہمہ زیں خوان خالی شستہ بہ دستم   کہ حلوائے رضا پختہ نگردد اندریں گزغانؔ[1]

یاد رہے کہ خسرو کے نزدیک اس کا تلفظ 'گزغان' ہے نہ 'کزگان' یا گزکان جیسا کہ خالق باری میں آتا ہے۔ مصنف خالق باری اسے کڑاہی کے معنی میں لایا ہے حالاں کہ دیگ اور کڑاہی میں بڑا فرق ہے۔

کتب لغات

ایک بات یقین کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ ایسی تالیف بغیر کتب لغات کی امداد کے مشکل سے تیار ہو سکتی ہے۔

ہندستان ہی صرف ایسا ملک ہے جہاں فارسی لغات کے سلسلے میں بڑی سرگرمی و تندہی کے ساتھ باقاعدہ کام کیا گیا ہے۔ چوں کہ اس ملک میں فارسی کی حیثیت ہمیشہ سے اکتسابی رہی ہے۔ اس لیے ہر زمانے میں اس مضمون میں دل چسپی لی گئی ہے اور فرہنگیں کثرت کے ساتھ لکھی گئی ہیں۔ عہد مغلیہ میں جو لغات تصنیف ہوئے مثلاً فرہنگ جہاں گیری و سروری و رشیدی وغیرہ۔ ان سے خالق باری کو کوئی سروکار نہیں۔ عہد قبل مغل میں پھر ایک دراز سلسلہ فرہنگوں کا ملتا ہے جو ہندستان کے مختلف مقامات میں وجود میں آئیں۔ ان میں سب سے مقدم فرہنگ نامۂ قواس ہے جو علاء الدین محمد شاہ خلجی ۶۹۵ھ و ۷۱۵ھ کے عہد کے مشہور شاعر مولانا فخرالدین مبارک شاہ غزنوی قواس یا کمانگر کی تالیف ہے۔ اس کے بعد دستورالافاضل کا نمبر ہے جس کو مولانا رفیع المعروف بحاجب خیرات دہلوی ۷۴۳ھ میں ختم کرتے ہیں۔ قاضی بدرالدین محمد دہلوی نے ۸۲۲ھ میں اداات الفضلا۔ مولانا محمد بن قوام بن رستم کرائی (گجراتی) نے ۸۳۷ھ میں بحرالفضائل۔ مولانا محمد بن داؤد شادی آبادی (منڈوی) شارح انوری و خاقانی نے مفتاح الفضلا۔ مولانا ابراہیم

---

[1] شرمندہ مانم از پے ترتیب نان شان   قزغان گرو و تغار گرو و آسیا گرو
(دیوان حسن سنجری ص ۳۲۷ مرتبہ حضرت محوی)

فاروقی نے ۷۷۰ھ میں شرف نامۂ منیری - مولانا محمود بن شیخ ضیا نے ۹۱۶ھ میں سکندر لودھی کے نام پر تحفۃ السعادت تصنیف کیں - اسی طرح اور فرہنگیں ہیں جن کے زمانوں اور مصنفوں سے ہم ناواقف ہیں مثلاً قنیۃ الطالبین از ابن باب قاضی شہ - زفان گویا از ملا رشید برادر جد جامع شرفنامہ منیری - فرہنگ علی بیگی - فرہنگ شیخ زادہ عاشق - فرہنگ شیر خانی - مؤائد الفوائد - لسان الشعرا - فوائد الفضلا - اصطلاحات شعر - طب حقائق الاشیا وغیرہ اس سلسلے کی آخری کڑی مؤید الفضلا ہے جو کہتے ہیں ۹۲۵ھ میں تصنیف ہوئی اب خالق باری اس سلسلہ کی فرہنگوں پر اساس پاتی ہے

ان فرہنگوں کے ساتھ خالق باری کا علاقہ یہاں بعض ایسے امور کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے جو براہِ راست اس تالیف کا علاقہ عہد قبل مغل کی فرہنگوں کے ساتھ وابستہ کرتے ہیں - خالق باری میں بعض وہی غلطیاں نظر آتی ہیں جو خود ان فرہنگوں میں موجود ہیں مثلاً ہم اوپر دیکھ آئے ہیں کہ امیر خسرو کے نزدیک تدرو اور کبک دو مختلف پرندے ہیں - لیکن صاحب خالق باری نے ان دونوں پرندوں کو ایک مانا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ خود بعض اہل لغات اس غلطی کے مرتکب ہوئے ہیں - مثلاً فرہنگ مؤید الفضلا میں تدرو کی تشریح میں ہم یہ عبارت پڑھتے ہیں -

"تدرو بفتحتین، کبک، و آں پرندہ ایست آتش خوار و خوش رفتار کہ بکوہہا بود" کذا فی ادات (الفضلا) ادات الفضلا جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے ۸۲۲ھ میں تالیف ہوتی ہے - اب ظاہر ہے کہ صاحب خالق باری نے اپنی کتاب تالیف کرتے وقت ادات الفضلا بلکہ مؤید الفضلا سے امداد لی ہے جس سے عبارت بالا نقل ہوئی ہے

نیا خال ہندوی ماموں جان   اور عمو کہیے چچا پکھان

نیا کے معتبر معنی نانا یا دادا ہیں ۔ چناں چہ لغت فرس، فرہنگ جہاں گیری، فرہنگ رشیدی، چراغ ہدایت اور آنند راج میں یہی معنی دیے ہیں اور فردوسی بالعموم انھی معنوں میں لاتا ہے۔

دروگر زمانست و ماچوں گیا   ہمانش نبیرہ ہمانش نیا

مصنف خالق باری نہایت مشہور و مستند معنی ترک کرکے مشتبہ یا غلط معنی 'ماموں' بیان کرتا ہے اس کی وجہ وہی ہے جو اوپر عرض ہو چکی ہے یعنی اس کے ماخذ مؤید الفضلا میں اس لغت کی تشریح میں یہ عبارت ملتی ہے ۔

"نیا، جدّو برادرِ مادر و برادر بزرگ"

یاد رہے کہ آخری دونوں معنوں کے واسطے ہمارے پاس کوئی معتبر سند موجود نہیں ۔

شب چراغ یاقوت رتن ہیرا ہی الماس   اور زمرد پنّا کہیے کسوت جان لباس

شب چراغ کو یاقوت اور رتن کا مرادف ماننا درست نہیں کیوں کہ وہ گاؤ دریائی کا گوہر ہے اس لیے دریائی ہوا نہ کانی اور یاقوت جواہر کانی سے ہے ۔ جسے لوگ لاعلمی میں لعل بھی کہہ دیتے ہیں ۔ شب چراغ کو امیر خسرو نے کبھی ستاروں کے ساتھ تشبیہ دی ہے کبھی یاقوت شمسیہ کے ساتھ اور کبھی لعل آتشیں کے ساتھ ۔ مثالیں :۔

"(۱) آں کہ گویند گوہر شب چراغ کہ چوں نور شب قدر ناپیدا است ۔ ہمچوں آفتاب روشن شد کہ ہماں یاقوت شمسیہ است پوشیدہ نیست کہ چراغے از چراغے فروزند باآں کہ گوہر شب چراغ از چراغ خورشید افروختہ اما اگر بہ نزدیک خورشید برند دور نہ باشد کہ آتش در چراغ خورشید

گیرد۔"

(اعجاز خسروی رسالۂ ثانیہ صہ ۱۴۴ نول کشور)

(۲) ولعل آتشیں ازاں بابتہ کہ از تاب او آتش در گوہر شب چراغ گیرد۔"

خزائن الفتوح صہ ۱۱۶/۱۱)

(۳) "چوں ہندوی شب خزائن گوہر شب چراغ بیروں ریخت"

(صہ ۱۱۳ خزائن المفتوح، طبع علی گڑھ)

نظامی کے ہاں ذیل کی مثالوں میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔

بہ گوہر فروزد شبِ تیرہ فام — مگر شب چراغش از آنست نام

(سکندر نامہ صہ ۱۱۹، مصطفائی ۱۲۸۰ھ)

بیا ساقی آن شب چراغ مغان — بر آور بمن بر میاور فغان

(سکندر نامہ صہ ۱۳۹ مصطفای ۱۲۸۰ھ)

ز بس شب چراغ آنگراں مایہ گاہ — بشب چوں چراغ ست رخشندہ ماہ

(سکندر نامہ صہ ۱۵۴ مصطفائی ۱۲۸۰ھ)

فروزندہ صحن آن تازہ باغ — ز بس شب چراغ بشب چوں چراغ

(اقبال نامہ)

بجو لعل شب افروز آمد بچنگ — ز ہر منجنیقے کشادند سنگ

کہ ما رادہ ایں گوہر شب چراغ — وگرنہ گرانی بروں بر ز باغ

(اقبال نامہ)

اگرچہ خسرو نے شب چراغ کو کبھی یاقوت کے ساتھ مثال دی کبھی لعل کے ساتھ اور کبھی ستارگان شب کے ساتھ۔ تاہم کہا جاسکتا ہے کہ وہ لعل و یاقوت سے مختلف ہے۔ لیکن مصنف خالق باری شب چراغ اور یاقوت کو

اس لیے ایک مانتے ہیں کہ ان کے ماخذ شرف نامۂ ابراہیم فاروقی میں (بحوالۂ عجائب البلدان) اور مویدالفضلا میں لعل کی تشریح میں یہ عبارت ملتی ہے۔

"لعل گوہرے ست قیمتی و رخشاں بدیں حاود تیفتد مگر بہ سراندیب وآں را گاو می آرد از دریا (ظلمات در شرف نامہ) در دہن مے گیرد و در صحرا می نہد و بروشنائی آن گیاہ و علف می خورد۔ مردم در کمین باشند گل تر بر سرش زنند۔ گاو بانگ و زاری کناں باز بدریا شود مردم آن را بردارند۔"

یہ درحقیقت شب چراغ کا بیان ہے۔ نہ لعل و یاقوت کا۔ شب چراغ کو عہد مغلیہ کے اہل لغات کسی گاو دریائی کا گوہر بتاتے ہیں جس کی روشنی میں وہ رات کو چرتی ہے۔ فرہنگ آنند راج و غیاث اللغات میں یہی تشریح ملتی ہے۔

شب چراغ پر لعل و یاقوت کا اطلاق عہد قبل مغل کے شارحین و فرہنگ نگاروں کی غلط فہمی کی وجہ سے ہے جس کا پرتو ہم خالق باری میں دیکھتے ہیں۔

اس مختصر تبصرہ سے یہ امر روشنی میں آتا ہے کہ بعض اغلاط مغلیہ عہد سے قبل کی فرہنگوں مثلاً مویدالفضلا اور خالق باری میں مشترک ہیں۔ اس لیے ہم اس قیاس میں حق بجانب ہیں کہ خالق باری مویدالفضلا کی تالیف کے بعد وجود میں آئی ہے۔

خالق باری کا شعر ذیل بھی مویدالفضلا کے بیان پر مبنی معلوم ہوتا ہے۔

ہندوی پیپل بود فلفل دراز   مرچ فلفل گرد را گویند باز

شعر ہذا میں فلفل کی دو قسمیں بتائی گئی ہیں۔ پہلی فلفل دراز جسے ہندی میں پیپل کہتے ہیں۔ دوسری فلفل گرد جسے ہندی میں مرچ بولتے ہیں۔ یہ یاد رہے کہ قدیم فرہنگوں میں فلفل یا پلپل کا لفظ مل جاتا ہے لیکن ان فرہنگوں

نیں اس کی تقسیم باعتبار درازی و گولائی نہیں دی گئی مثلاً قنیۃ الطالبین میں مرقوم ہے :-

"پلپل بکسر دوم متجانس ، معروف"

شرف نامۂ احمد منیری میں (تالیف ۸۷۷ھ) یہ تشریح نظر آتی ہے -

"فلفل بضم یکم و سوئم ، پلپل و بکسر ہماں پلپل"

لیکن موئید الفضلا تالیف ۹۲۵ھ میں یہ عبارت دی گئی ہے :-

"و آں دو ائیست یکے پلپل گرد کہ آں را بہندوی مرچ نامند و دوم پلپل دراز و آنرا بہندوی پیپل گویند و آں ہر دو برائے تداوی بکار آید"

اب خالق باری میں بھی یہی تقسیم بعینہ انھی الفاظ میں دی گئی ہے جس سے اس احتمال کی کافی گنجایش نکل آتی ہے کہ خالق باری کا ماخذ موئید الفضلا ہے۔ ذیل کا شعر بھی اسی احتمال کا موئید ہے

چراغ است دیا فتیل است باتی بود جد دادا نبیرہ است ناتی

نبیرہ فرزند زادہ ہے یعنی پوتا اور نواسا - بلکہ زیادہ مشہور معنی پوتا ہیں چناں چہ مولانا نذیر احمد نے اپنی ترمیم کردہ نصاب خسرو میں آخری مصرع یوں لکھا ہے - ع

بود جد دادا نبیرہ است پوتا

ویسے بھی جد کے ساتھ لائے جانے سے قدرتاً پوتا مراد ہو سکتی ہے۔ لیکن ناتی نواسا ہے جس سے ظاہر ہے کہ مصنف خالق باری نواسے کے معنوں میں لایا ہے - بہر حال وہ موئید الفضلا کے اثر میں کام کر رہا ہے جہاں نبیسہ کی تشریح میں یہ عبارت ملتی ہے :-

"نبیسہ پسر دختر اما در ہند نبیسہ پسر پسر را گویند و نبیرہ پسر دختر را"

اور نبیرہ کے ذیل میں یہ عبارت تحریر ہے:-

"ایں جا (ہندستان) نبیرہ از جانبِ دختر و نبیسہ از طرف پسر گویند"

(مؤیدالفضلا)

شب چرا رخش و تگاور خنگ توسن ہے ترنگ
ببر ضیغم شیر ناہر یوز چیتا ہے پلنگ

اس شعر میں مصنف خالق باری شب چرا، تگاور، خنگ اور توسن کو ایک دوسرے کا مرادف مان کر مطلق اسپ کے معنوں میں لایا ہے اور وہ فرق جو باعتبار وصف و معنی ان الفاظ میں مضمر ہے نمایاں نہیں کیا - مثلاً خنگ اسپ سپید ہے - تگاور رونده و رہوار ہے - رخش ابورابرش یعنی جو سرخ و سپید ملا جلا ہو - یہ فرق بچوں کے ذہن نشین کرائے بغیر ہر لفظ کے معنی گھوڑا کہنا درست نہیں - شب چرا اور بھی زیادہ قابلِ غور ہے جو ضروری نہیں کہ اسپ ہو - اس کا اطلاق ہر ایسے حیوان پر ہو سکتا ہے جو چرندۂ شب ہو یعنی رات کو چرتا ہو - مثلاً اس کا اطلاق اس گاؤ پر بھی ہو سکتا ہے جو شب چراغ کی مالک ہے اور رات کے وقت اس کی روشنی میں چرتی ہے جیسا کہ ہم اوپر دیکھ آئے ہیں -

شب چرا ایسا لفظ ہے جس کا وجود مشتبہ ضرور ہے - مولانا نظامی کے ہاں سکندر نامے میں ایک شعر آتا ہے ؎

بشب رنگی آں شب چرا گشت مست　　چو مہ آمدہ شب چراغے بدست

(ص۱ سکندر نامہ)

شعر ہذا براق کے ذکر میں بیان معراج میں آتا ہے - اس کی تشریح دو طرح سے کی گئی ہے -

(۱) اگر شب چرا کو مبتدا اور مست کو خبر مانا جائے تو یہ معنی ہوں گے کہ وہ شب چرا یعنی براق رات کی گھپ سیاہی دیکھ کر بہت محظوظ ہوا جس کے سبب سے چاند سا شب چراغ (مراد ذاتِ رسول اللہ صلعم) اس کے ہاتھ لگ گیا تھا۔

(۲) اگر پہلا مصرع سوال اور دوسرا مصرع جواب مانا جائے تو یہ معنی ہوں گے کہ وہ رات اپنی تاریکی پر اس قدر کیوں نازاں تھی؟ جواب دیا ہے کہ چاند کا سا شب چراغ (ذاتِ رسول) اس کے ہاتھ آگیا تھا۔ اس صورت میں شب علاحدہ اور چرا استفہامیہ ہے اور شب چرا بحیثیت لفظ غائب ہو جاتا ہے۔ عہد مغلیہ کے لغت نگار شب چرا بمعنی چرندۂ شب لیتے ہیں نہ بمعنی اسپ جو خالق باری میں لیے گئے ہیں۔

خالق باری کی عالم گیر مقبولیت کچھ اس کے داخلی محاسن پر موقوف نہیں ہے۔ جس قدر اس عقیدے کی بنا پر کہ وہ حضرت امیر خسرو دہلوی کی یادگار ہے۔ اس کی تائید میں خاتمہ کا شعر نقل کیا جاتا ہے جو قدیم و جدید نسخوں میں بالکل مختلف ہے۔ مطبوعہ نسخوں میں اس کی شکل یوں ہے ؎

مولوی صاحب سرن پناہ　　　　گدا بھکاری خسرو شاہ

قدیم مخطوطوں میں جو بارھویں صدی ہجری کے ربع دوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس طرح مرقوم ہے:۔

خالق باری بھئی تمام　　　　دوں جگ رہا خسرو کا نام

انڈیا آفس کے ایک نسخے میں جو ۲۰ جلوس محمد شاہی یعنی ۱۱۵۰ھ کا نوشتہ ہے۔ ذیل کی صورت میں ملتا ہے:۔

خالق باری بھئی تمام　　　　چل خسرو گھر آپنے (بھئی) شام

ہمیں تعجب ہوتا ہے کہ وہی شعر جو امیر کے نام کی مہر کا حامل ہے۔ قدیم وجدید نسخوں میں اس قدر اختلاف کے ساتھ ملتا ہے

خالق باری کا اثر بعد کے نصابوں پر

نصاب الصبیان کی طرح خالق باری کا اثر بعد کے نصابی لٹریچر پر بیحد ہے۔ نہ صرف اُردو نصاب اس کے شرمندۂ احسان ہیں بلکہ پنجابی، پشتو، گوجری، دکنی، برج و تلنگی زبانوں پر بھی اس کا اثر کارفرما ہے۔ گزشتہ دو صدیوں میں یہ کتاب ہندستان کے اکثر صوبوں میں داخل درس رہی ہے۔ ہندستان۔ پنجاب، گجرات و دکن کے سرکاری وغیر سرکاری درس گاہوں میں شامل نصاب رہی ہے اور اس قدر مقبول رہی ہے کہ پنجاب و دکن نے اس پر مقامی رنگ چڑھا دیا ہے۔ اہل قلم نے اس کی تقلید میں نصاب طیار کیے ہیں۔ بعض نے اس کے قبول عام سے مرعوب ہو کر اور اس کے مقابلے میں اپنے نصابوں کو سرسبز نہ ہوتا دیکھ کر خود خالق باری کی ترمیم و اصلاح شروع کر دی ہے۔ مثلاً (۱) ترمیم شدہ خالق باری از منشی محمد بلاقی (۲) از ابوالخیر محمد زبیر اجمیری۔ (۳) نصاب خسرو معروف بہ خالق باری از مولانا نذیر احمد مرحوم۔ بعض نے اس کی ترتیب عروضی اوزان کے اعتبار سے کی ہے ملاحظہ ہو مطبوع صبیان از صفی۔ بعض نے اپنی تصنیف کے واسطے یہی نام اختیار کیا ہے مثلاً خالق باری از اکرم۔ خالق باری از سید غلام علی شاہ امروہوی۔ صرف اُردو کے میدان میں ذیل کی کتابوں کے نام بہ تقلید خالق باری رکھے گئے ہیں۔

(۱) صمد باری از عبدالواسع ہانسوی (۲) اللہ باری از احسن تالیف ۱۲۰۷ھ

(۳) رازق باری از والہ (۴) ایزد باری (۵) قادر باری از فیاض عسکری ۱۲۱۰ھ (۶) حمد باری از عبدالسمیع رام پوری (۷) فیض جاری از میر شمس الدین محمد

پنجابی زبان میں یہ نام خالق باری کے تتبع پر رکھے گئے ہیں :-

(۱) واحد باری تالیف سمت ۱۶۷۹ یا سمت ۱۶۸۳ (۲) رازق باری از اسماعیل ۱۱۰۷ھ (۳) ایزد باری از کھرل پسر سائینداس سنامی ۱۱۰۵ھ (۴) صنعت باری از گنیش داس بڈہیرہ قانون گوے ۱۲۲۰ھ (۵) واسع باری از یک دل ۱۲۳۱ھ (۶) اللہ باری (۷) ناصر باری (۸) اعظم باری (۹) صادق باری -

یہ کہنا مبالغے میں داخل نہیں کہ اُردو کی نشر و اشاعت میں اس تالیف نے ایک نہایت قابلِ قدر خدمت کی ہے جس کی نظیر دوسری زبانوں میں موجود نہیں - ہندستان میں مطابع کے قیام نے اس کی عالم گیر مقبولیت کو بیحد ترقی دی ہے اور کمپنی کے زمانے سے اب تک سیکڑوں مرتبہ شائع ہو چکی ہے - چناں چہ مشتے نمونہ از خروارے میرے کتب خانے میں جو اب پنجاب یونی ورسٹی کے خزانے میں محفوظ ہے - خالق باری کے ذیل کے قلمی اور مطبوعہ نسخے موجود ہیں -

قلمی نسخے

۳۵[1] - خالق باری - خاتمہ : تمت تمام (شد) نصاب ہندوی زبان تصنیف امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ بتاریخ بست و پنجم جمادی الثانی ۱۱۳۵ھ"

۱۱۷ - خالق باری بہ دستخط غلام محبوب الٰہی ۱۲۰۳ھ

۹۸۴ - خالق باری بہ خط شیو دیال کپاہی متوطن آستانہ متبرکہ پاک پٹن سمت ۱۸۸۷ بکرمی

۹۸۷ خالق باری بپاس خاطر ثمرۂ شجرۂ آمال و امانی ۰۰۰۰۰

---

[1] یہ اور آنے والے نمبر میری کتابوں کی فہرست سے تعلق رکھتے ہیں -

۹۹۹م۔ خالق باری ناقص الاوّل

۱۰۰۱م۔ خالق باری از غلام علی شاہ امروہوی

۱۰۰۲م خالق باری نوشتۂ حافظ احسن اللہ لاہوری مصنّف مفتاح الافواہ ۱۱۹۶ھ
و ذوق الصبیان تالیف ۱۲۰۷ھ

۱۰۱۱م۔ خالق باری نوشتہ ۱۱۰۷ھ بہ خط قدرت اللہ

۱۱۰۱م۔ خالق باری بہ خط غلام محی الدین۔ کتابت قرن دوازدہم ہجری۔ بر کاغذ
نیلگوں مثل ابری۔

۱۱۰۸م۔ خالق باری بہ خط فارسی و ہندی و گورمکھی۔ بر کاغذ کشمیری تقطیع کلاں
بطرز بہی

۱۱۱۳م۔ (۳) خالق باری نوشتۂ قرن سیزدہم

۱۱۱۵م خالق باری ناتمام

۱۲۲۲م۔ خالق باری ناقص الآخر قرن سیزدہم

۱۲۴۱م۔ (۳) خالق باری نوشتہ ۱۲۱۲ھ

۲۳۳۲م۔ خالق باری ناقص الآخر بہ خط عبدالرحمٰن خاں بن محمد روشن خاں جو غالباً
۵۳-۱۲۵۴ھ کے درمیان نقل ہوئی۔ کاتب مشہور مطبع نظامی کانپور
کے مالک تھے۔

۲۳۴۷م (۴) خالق باری بپاس خاطر محمد بخش (غالباً ۱۲۶۷ھ کی نوشتہ ہے)

مطبوعہ نسخے

۱۳۴۴م خالق باری مطبع مصطفائی محمد مصطفےٰ خاں۔ ہفتم شہر صفر المظفر ۱۲۵۷ھ
بیت السلطنت لکھنؤ زیر اکبری دروازہ بہ محلہ محمود نگر

۱۳۴۷م۔ خالق باری بتاریخ چہارم شہر جمادی الاوّل ۱۲۶۵ھ در مطبع مصطفائی۔

باہتمام محمد مصطفیٰ خاں ولد حاجی محمد روشن خاں مرحوم در بیت السلطنت
لکھنو زیر اکبری دروازہ بہ محلہ محمود نگر

۱۳۴۴ء خالق باری بہ خط نیاز نمط میر محمد بخش واقع دارالخلافہ شاہ جہاں آباد۔
مقام چھتہ موم گراں در مطبع میرزائی باہتمام حافظ پیر خاں بست چہارم
ماہ ربیع الاول ۱۲۶۶ھ

۱۳۴۵ء۔ خالق باری۔ مطبع مصطفائی باہتمام محمد مصطفیٰ خاں ولد حاجی محمد روشن خاں
مرحوم در کنب کان پور محلہ ٹپکاپور دہم ماہ صفر ۱۲۶۹ھ

۱۳۴۶ء خالق باری۔ مطبع مصطفائی۔ باہتمام محمد مصطفیٰ خاں ولد حاجی محمد روشن خاں
مرحوم بتاریخ نہم شہر شوال ۱۲۶۹ھ ہجری در شہر کانہ پور بہ محلہ ٹپکاپور

۱۳۴۹ء خالق باری بفرمائش مسٹر جان انگلس بہ مقام سیالکوٹ در مطبع چشمہ
فیض باہتمام لالہ دیوان چند ماہ ستمبر ۱۸۵۴ء

۱۳۵۰ء خالق باری ۱۲۷۲ھ در مطبع عزیزی

۱۳۵۱ء خالق باری ۱۲۷۳ھ ہجری نبوی در مطبع عزیزی باہتمام خواجہ عبد اللطیف

۱۳۵۲ء۔ خالق باری در مطبع نظامی واقع کان پور باہتمام محمد عبد الرحمن ولد حاجی
محمد روشن خاں بتاریخ نہم شہر شعبان ۱۲۷۵ھ در شہر کان پور محلہ ٹپکاپور

۱۳۵۳ء خالق باری۔ مطبع نظامی واقع کان پور باہتمام محمد عبد الرحمن در ماہ رمضان ۱۲۷۷ھ

۱۳۶۹ء۔ خالق باری ۱۲۸۶ھ مطبع نظامی واقع کان پور

۱۳۵۴ء۔ خالق باری ۱۲۸۹ھ۔ مطبع اسدی لکھنو حسب فرمائش محمد عبد الستار خاں

۱۳۵۵ء خالق باری حسب الحکم کپتان ہالرائڈ بہادر ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن ممالک
پنجاب ۱۸۷۱ء

۱۳۵۶ء خالق باری باہتمام منشی ماکی مل در مطبع دامن گیر واقع لاہور ۱۸۷۴ء

۱۳۵۷ط۔ خالق باری مطبع عزیزی واقع کان پور باہتمام محمد عبدالعزیز مالک مطبع و فرمائش سید اشرف علی (قبل ۱۸۹۷ء)

۱۳۵۸ط۔ خالق باری مدارس احاطۂ پنجاب کے لیے۔ مطبع لارنس پریس لاہور میں باہتمام غلام محمد پرنٹر

۱۳۵۹ط۔ خالق باری مدارس احاطہ پنجاب کے لیے حسب فرمائش میاں حفیظ اللہ تاجر کتب، ساکن لاہور مطبع گنیش پرکاش میں باہتمام گوبند سہائے۔

۱۳۵۷ط۔ خالق باری ۱۳۱۷ھ / ۱۸۹۹ء در مطبع نامی لکھنؤ ساتویں مرتبہ ماہ ستمبر ۱۸۹۹ء

مم۔ خالق باری در مجموعۂ فارسی مطبع فتح الکریم بمبئی ۱۳۰۲ھ ایضاً مطبع کریمی بمبئی ۱۳۱۸ھ ایضاً مطبع کریمی ۱۳۲۰ھ

۱۳۶۰ط۔ خالق باری مطبع مفید عام لاہور۔ پیلا کاغذ۔ تاریخ ندارد۔

۱۳۶۱ط۔ خالق باری مطبع مفید عام لاہور بے تاریخ۔

۱۳۷۰ط۔(۲) خالق باری ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء مطبع مفید عام لاہور

۱۳۶۲ط۔ خالق باری ۱۳۲۶ھ مطبع کریمی واقع بمبئی۔

۱۳۶۳ط۔ خالق باری اگست ۱۳۲۸ھ الیکٹرک ابو العلائی پریس، چوراہہ نائی منڈی آگرہ۔

۱۳۶۴ط۔ خالق باری ۱۳۳۷ھ حسب فرمائش شیخ برکت علی محسن علی تاجران کتب لاہور باہتمام ملک چراغ دین مالک کیکسٹن پرنٹنگ الیکٹرک ورکس لاہور۔

۱۳۶۶ط۔ خالق باری مطبع ابو العلائی آگرہ ۱۳۳۱ھ

۱۳۶۷ط۔ خالق باری الیکٹرک ابو العلائی پریس آگرہ ۱۹۳۱ء

۱۳۷۱ط۔ خالق باری مطبع مجتبائی لکھنؤ حسب فرمائش منیجر صاحب مجتبائی پریس حافظ محمد عبدالعزیز ابن حاجی محمد عبداللہ صدیقی۔

۱۳۷۲ط۔ خالق باری باہتمام محمد ولی اللہ تاجر کتب مراد آباد۔ بازار منڈوی و مالک

مطبع گل زار احمدی مراد آباد

۱۳۷۳ء خالق باری۔ تاریخ و نام مطبع ندارد (غالباً طبع بمبئی)

۱۳۷۴ء۔ خالق باری حسب فرمایش سعیدی کمپنی کان پور محلہ پٹکاپور باہتمام غنی احمد ابن حاجی عبدالصمد مرحوم، مطبع رزاقی کان پور۔

۱۳۷۵ء۔ خالق باری مطبع جوالا پرکاش واقع میرٹھ (کتبہ مشتاق احمد تلمیذ ثمر لکھنوی)۔

۱۳۷۶ء۔ خالق باری جلی قلم۔ نگارش قلم منشی نتھو صاحب شیریں قلم لاہوری۔ مطبع مفید عام واقع لاہور ۱۹۱۰ء تقطیع کلاں

۱۳۷۷ء خالق باری، جلی قلم۔ نگارش منشی محمد شمس الدین اعجاز رقم لکھنوی۔ مطبع منشی نول کشور واقع حضرت گنج، بار شانزدہم ۱۹۱۱ء

۱۳۷۸ء۔ خالق باری۔ بال کش مشین پریس ۱۹۲۷ء

۱۳۸۱ء۔ ترمیم شدہ خالق باری مع شرح (اور افیونوں کی کریا از بیان ویزدانی) تصنیف منشی بلاقی مدرس مدرسہ ملیرہ رام پور ضلع مظفر نگر۔ مطبع حدیقۃ العلوم میرٹھ۔

۱۳۶۶ء۔ خالق باری در مطبع قیومی واقع کان پور۔ ترمیم شدہ از ابوالخیر محمد زبیر اجمیری ۱۳۱۳ھ

۱۳۶۵ء۔ خالق باری باہتمام محمد عبدالصمد نبیرہ حاجی محمد مصطفےٰ خاں مطبع نظامی کان پور ۱۳۱۴ھ ترمیم شدہ مطابق روزمرہ حال از ابوالخیر محمد زبیر اجمیری۔

۱۳۸۲ء نصاب خسرو معروف بہ خالق باری از مولوی نذیر احمد ایل ایل۔ ڈی مطبع انسٹی ٹیوٹ گزٹ ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۹

دیباچہ دوم

میں گزشتہ سطور سے جو خالق باری کے ایک نئے ایڈیشن کے واسطے بہ طور دیباچہ تحریر ہوئی تھیں فارغ ہوا ہی تھا کہ محترمی ڈاکٹر مولانا عبدالحق معتمد انجمن ترقیٔ اُردو نے انجمن کے کتاب خانے سے خالق باری کا ایک مخطوطہ جو ۱۱۸۷ھ کا نوشتۂ سورت تھا، مجھے دکھایا۔ اس نسخے کی ابتدا میں ایک مختصر دیباچہ بھی تھا جس نے میری تمام توجّہ اپنی طرف منعطف کر لی۔ یوں تو خالق باری کے ساتھ میں کئی دیباچے دیکھ چکا ہوں جو ان کے نامعلوم مرتّبین نے اپنے اپنے ایڈیشنوں کے واسطے لکھے ہیں۔ لیکن یہ دیباچہ خصوصیت کے ساتھ کئی وجوہ سے جاذبِ توجّہ تھا۔ اس دیباچے میں جیسا کہ محتاط مصنفین کا دستور ہے مصنف نے اپنا نام اور کتاب کا نام تاریخ تصنیف اور مقصد تالیف بیان کیا ہے بلکہ جس ہندی زبان میں وہ لکھ رہا ہے اس کا اور محرک تالیف کا نام بھی دے دیا ہے۔ الغرض تمام ضروری اطلاع جو خالق باری کے سلسلے میں قیمتی معلوم ہوتی ہے اس چند سطری دیباچے میں درج ہے میں یہاں وہ دیباچہ نقل کرتا ہوں۔

"سپاس بے قیاس باصناف لغات [۱] علمی را سزد کہ بہ "تعلّم وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا" اولاد اورا بانواع الفاظ مختلفہ گویا گردانید و درود نامحدود باکمال خضوع بران موصوف وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى و بر اولاد و احبابِ او کہ ہریک فصیح اللسان و بلیغ البیان اند باد [۱۰۱۳] بعد خیرخواہ شعرائے

شیریں گو ضیاء الدین خسرو باستدعائے عزیز الفواد بابا اسحٰق قنّاد چند الفاظ
عربی و پارسی را بزبان ہندی گوالیاری کہ ارباب روزمرہ را ناگزیر است
ترجمہ نمودہ و در بحور مختلفہ بطریق ریختہ بہ نظم آوردہ تا مبتدیان را در محاورت
فارسی فی الجملہ مہارتے باشد و در حفظ و یاد گرفتن آسان نماید۔ لہذا بحفظ اللسان
موسوم و در سال "نصیف آخر" تاریخ بدیہہ مرقوم گردید۔ مطبوع باد۔"

اس دیباچے سے کئی امور پر روشنی پڑتی ہے یعنی یہ کہ کتاب بچوں کو فارسی
زبان سکھانے کے مقصد سے لکھی ہے۔ اس کا نام حفظ اللسان[1] ہے۔ اس
نام میں اشارہ ہے کہ کتاب طلبہ کو حفظ یاد کرائی جائے۔ روزمرہ کے استعمال
کے عام الفاظ اس میں جمع ہیں۔ بحریں مختلف رکھی ہیں۔ بابا اسحٰق حلوائی
کی فرمائش پر یہ تالیف وجود میں آئی۔ مصنف کا نام خسرو اور لقب ضیاء الدین
ہے جس سے ظاہر ہے کہ وہ مشہور یمین الدین امیر خسرو نہیں ہے بلکہ کوئی اور
جس کو طوطی ہند کے ساتھ نام میں اشتراک کے سوا کوئی اور وجہ مماثلت
نہیں۔ سال تصنیف ۱۰۳۱ھ ہے جو مادہ تاریخ 'نصیف آخر' سے برآمد
ہوتا ہے۔ حضرت امیر خسرو ۷۲۵ھ میں وفات پاتے ہیں اور یہ خسرو ۱۰۳۱ھ
میں بعہد جہانگیر اپنی تالیف تیار کرتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ ہمارے بزرگوں نے
بربنائے مشارکت اسمی اس خسرو کو زیادہ مشہور امیر خسرو تصور کر کے
خالق باری کو غیر مستحقانہ قدامت دے دی ہے۔

اس کی زبان گوالیاری ہے جو قدما کے بیان کے مطابق افصح السنۂ ہند
ہے۔ آج ہم زبان کی حیثیت سے گوالیاری کا نام بالکل بھول چکے ہیں۔ محمد شاہ

[1] یہ نام خاتمے کے شعر ہذا میں وارد ہوتا ہے :-

عاقبت انجام و آخر چو بہ دیوار انصرام   کرد ایں حفظ اللسان را خسرو آخر والسلام

کے عہد سے اس کا استعمال متروک ہو چلا ہے۔ خان آرزو آخری بزرگ ہیں جن کی تصانیف میں یہ لفظ ملتا ہے۔

اکبر، جہاں گیر، شاہ جہاں اور عالم گیر کے عہد میں گوالیاری کا نام عام رواج میں آرہا ہے۔ اس زمانے میں وہ خصوصیت کے ساتھ ادب و شعر اور موسیقی کی زبان تھی۔ راجا مان کے وقت سے بڑے بڑے اہل کمال اس کی نشوونما اور ارتقا میں حصہ لیتے رہے ہیں۔ شاہ جہاں کے عہد میں ابن سید علی مرزا بیگ زمزمۂ وحدت میں جو موسیقی پر ایک موجز رسالہ ہے اس زبان کے واسطے لکھتے ہیں:-

"قریب صد و پنجاہ سال باشد کہ مدار خواندن و ساختن تصانیف ہندی برخیال و دھرپت و بشن پت بزبان فصیح و بلیغ گوالیا راست

در کام خلق وصف و بیان از لب تو ہست

شیریں و خوش لسان چو زبان گوالیار"

عالم گیر کے زمانے میں ولی گلزار حال گوالیاری سے فارسی میں ترجمہ کرتے ہیں۔ اپنے دیباچے میں کہتے ہیں:-

"گلزار حال ترجمۂ فارسی پربودھ چندر نانک کہ در زبان گوالیاری تالیف سوامی نند داس کہ اصلاً بزبان سہنسکرت کشن داس بھٹ تصنیف کردہ بود، بندہ الی المتخلص بہ ولی بہ امداد بھوانی داس در فارسی ترجمہ کرد"

خان آرزو غرائب اللغات کے نئے مرتبہ میں کئی موقعوں پر گوالیاری کا ذکر کرتے ہیں۔ لفظ 'اگل' کی تشریح میں کہتے ہیں۔

"بزبان گوالیار کہ افصح زبان ہاے ہندی است بیندہ گویند"

اور 'جیکی' کے ذیل میں فرماتے ہیں:-

"امّا در ہندی متعارف گوالیار کہ افصح السنۂ ہندی است پچانگرا گویند۔"

لیکن محمد شاہ کے زمانے سے جدید نام 'بھاکائے برج' استعمال میں آنے لگا۔ عنایت خاں راسخ بن نواب شمس الدولہ لطف اللہ خاں صادق اپنی ہندی تصنیف کارستان کی زبان کو "زبان بھاکائے برج زبان اسلام آباد متھرا" بیان کرتا ہے۔ چناں چہ آج بھی یہی نام با دنا تغیر یعنی برج بھاشا مقبول عام ہے۔

اس مطالعے سے اس قدر ظاہر ہے کہ دیباچے میں لفظ 'گوالیاری' کا استعمال دیباچے کے قدیم ہونے کی طرف دلالت کرتا ہے کیوں کہ زبان کے مفہوم میں اس کا رواج محمد شاہ کے عہد سے متروک ہے۔

دیباچہ ہذا میں "بہ طریقِ ریختہ" کا استعمال بھی عجیب ہے۔ یہاں ریختہ سے مقصد زبان ریختہ یا اشعار اُردو نہیں ہے جو مفہوم ولی اورنگ آبادی اور قدیم شعرائے دہلی کے ہاں پایا جاتا ہے بلکہ اس سے مراد الفاظ و عبارت کی ایسی ترکیب ہے جس میں مختلف زبانوں کے الفاظ یا فقرے ملے جلے استعمال ہو رہے ہوں۔ یہ ریختہ موسیقی کے ریختہ کے بہت قریب ہے بلکہ اسی سے ماخوذ ہے۔ زمزمۂ وحدت میں ریختہ کی تشریح یوں دی ہے:-

"ریختہ در اصطلاح علمی (تصنیفی) را گویند کہ در اصول سبک تمام شدہ باشد مثل آڑ و فرو غیرہ و گاہ باشد کہ خانہا و میان خانہا و بازگو و الفاظ عربی یا ترکی یا ہندی داخل عبارات فارسی کردہ باشند و ایں تصنیف بسیار خوش نما و دل ربا است۔"

خالق باری اسی قسم کی کھچڑی زبان میں ہے۔ ہندی فارسی و عربی الفاظ کے علاوہ کہیں تشریحی زبان فارسی ہے کہیں ہندی ہے۔

مخدوم بہاءالدین برناوی کے نزدیک ریختہ کی تعریف یہ ہے:۔

"ہر فارسی کہ با مضمون و خیال ہندوی مطابق باشد و الفاظ ہر دو زبان را در یک تال و یک راگ بر لبست نمودہ باشند و انضمام و اتصال دادہ سرایند آں را ریختہ گویند و ایں ریختہ را در ہر پردہ می بندند و ذوق و لذتی افزوں می دہد۔" (چشتیہ بہشتیہ تالیف ۱۰۶۵ھ)

قصہ مختصر اس دیباچے سے وہ تمام عقدے جن سے خالق باری کے سلسلے میں ہم دوچار ہوتے ہیں بڑی حد تک حل ہوجاتے ہیں۔

ضیاءالدین خسرو اگرچہ شاعری کا دم بھرتا ہے لیکن وہ کسی خاص شہرت کا مالک نہیں۔ نہ اس کا ذکر کسی تذکرے میں آتا ہے۔ شمع انجمن میں ایک خسرو جون پوری ملتا ہے لیکن اس کا زمانہ معلوم نہیں۔ خالق باری کے مطالعے سے یہ بات قیاس میں آتی ہے کہ اس کا مصنف کوئی باکمال اور صاحب فضیلت شخص نہیں۔ اس کے مضامین کی بے ربطی اور اوزان و معانی کی خامیوں اور اسقام سے جو ہم اوپر دیکھ آئے ہیں یہی رائے قائم ہوتی ہے۔ بہ ظاہر حالات وہ ایک معلم معلوم ہوتا ہے جس کو مبتدیوں کی مشکلات کا تجربہ ہے۔ اس سے زیادہ فی الوقت اس کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

خالق باری میں کوئی ایسی داخلی شہادت موجود نہیں جس سے (دیباچہ سے قطع نظر) اس کے عہد کا پتا چل سکے۔ لیکن گزشتہ سطور میں ہم دیکھ آئے ہیں کہ خالق باری مویدالفضلا سے جو بہ قول بلاخمین ۹۲۵ھ کی تالیف ہے، موخر ہے کیوں کہ موید کے بعض خصوصی بیانات کا پرتو اس میں موجود ہے۔ اس لحاظ سے اس کی تصنیف ہمیں عہد مغلیہ میں ماننی پڑے گی۔ اسی قسم کا ایک قرینہ ہمارے پاس یہ بھی ہے کہ خالق باری میں شعر ذیل آتا ہے ؎

دانگ فلوس جو آہے پیکا[1] جیتل دمڑا جان دام واخچہ کیسہ کھیسہ جان سیکش تان

یہاں 'دام' اور 'دمڑا' جن کا رواج اکبری عہد میں شروع ہوتا ہے قابل غور ہیں۔ اکبر کے ہاں مالیہ کی وصولی چاندی کے ٹنکی کے بجائے تانبے کے جدید الرائج سکّے 'دام' کے ذریعے سے ہوتی تھی۔ سلطنت کے تمام صوبوں کی آمدنی منصب داروں اور ملازموں کی تنخواہ، اجناس کا نرخ وغیرہ داموں میں مقرر تھے۔ دام کا وزن ایک تولہ آٹھ ماشے اور سات رتی یا پانچ ٹانک تھا۔ ایک روپیہ کے چالیس دام شمار ہوتے۔ ذیلی تقسیم میں آدھا، چوتھائی، پانچواں، آٹھواں، دسواں، بارھواں اور سولھواں حصہ شامل تھے۔ ان کے علاحدہ علاحدہ سکّے ہوتے۔ آدھے کو نصفی، ادھیلہ یا نیم دام۔ چوتھائی کو دمڑا یا پاؤلہ اور آٹھویں حصّے کو دمڑی کہتے۔ دام کا مضاعف تنگہ تھا۔ دمڑا الغرض دام کا چوتھا حصّہ اور تنگہ کا آٹھواں حصّہ ہے۔ راقم کے مجموعۂ مسکوکات میں اکبری دمڑا موجود ہے۔ اس کا وزن ۸۰،۹۷ جو یا گرین کے مابین ہے اس کے ایک رخ پر دہلی اور دوسرے رخ پر ۳۳ھ الٰہی، درج ہے۔ دمڑے کا عکس کلکتہ میوزیم کی فہرست مسکوکات شاہان مغلیہ

---

[1] پیکا: شمس سراج عفیف نے تاریخ فیروز شاہی میں پیکہ لکھا ہے "فیروز شاہ فرمان فرمود کہ مہر نیم جیتل کہ آں را ادہ گویند و مہر دانگ جیتل کہ آں را پیکہ خوانند وضع کنند ص۳۴۴" پیکہ بالفاظ دیگر پیسہ ہے جو فی زمانہ آنہ کا چوتھا حصّہ مانا جاتا ہے۔ فیروز شاہ کے دور میں جیتل کا چوتھا حصہ پیکہ کہلایا۔ دانگ کا اطلاق (اور معنوں سے قطع نظر) چھوٹے حصّے پر بھی ہوتا ہے۔ شمس سراج کے ہاں 'دانگ جیتل' سے اور خالق باری میں دانگ فلوس سے وہی چوتھائی مراد ہے۔ اکبری عہد میں مسی سکّہ فلوس کہلاتا تھا۔

از نیلسن رائٹ، طبع ۱۹۰۸ء میں دیا گیا ہے۔

بہر حال دام اور دمڑا اکبری دور سے قبل نامعلوم تھے۔ جب خالق باری میں یہ الفاظ موجود ہیں تو ظاہر ہے کہ اکبر کے عہد کے بعد اس کی تالیف عمل میں آئی ہوگی۔ اس لیے دیباچے کا یہ بیان ۱۰۳۱ھ میں تالیف ہوئی۔ میرے نزدیک قابلِ قبول ہے۔

عہدِ قبل مغل میں ذریعۂ تعلیم فارسی رہی ہے۔ اس کا ثبوت ان فرہنگوں سے ملتا ہے جن کے نام گزشتہ صفحات میں دیے جا چکے ہیں۔ ان فرہنگوں کی تشریحی زبان فارسی ہے۔ تاہم اجناس و ادویہ کے سلسلے میں ہندی مرادفات سے بھی کام لیا گیا ہے۔ ان فرہنگوں کا عام دستور ہے کہ ہر ایسے لفظ کا جو لمبی تشریح کا محتاج ہے ہندی مرادف ضرور دے دیا ہے۔ اس طرح ہندی کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا ہے۔ لیکن یہ اکبر کا زمانہ ہے۔ جب عربی کو نصابِ تعلیم سے خارج کر کے تمام تر توجہ فارسی پر مبذول کی گئی ہے اور کوئی تعجب نہیں اگر اس انقلاب سے ہندی کو بھی فائدہ پہنچا ہو اور خالق باری کی طرز کے نصاب تیار ہونے لگے ہوں۔ فی الحقیقت ہمیں ایک ایسے نصاب کا پتا ملتا ہے جو خاص اکبری عہد یعنی ۹۹۰ھ میں تیار ہوتا ہے۔ اس کا نام مقبول صبیان ہے۔ اس کا ایک مخطوطہ[1] برٹش میوزم میں موجود ہے۔ بدقسمتی سے یہ نسخہ اب تک

---

[1] مقبول صبیان کے متعلق ذیل کی صراحت محترمی سید ہاشمی صاحب نائب معتمد انجمن ترقی اردو نے فہرست برٹش میوزم سے نقل کر کے ارسال کی ہے۔

"۱۰۵۱۱ (ایڈ ۲۶۵۶۲، الف) از صفحہ ۱۸ تا صفحہ ۲۸ مقبول صبیان:۔ فارسی الفاظ کا ایک منظوم فرہنگ (نصاب) جس کی تشریح ہندستانی زبان میں کی گئی ہے۔ باعتبار مطالب

(بقیہ ملاحظہ ہو صفحہ ۵۹ پر)

طبع نہیں ہوا ہے۔

اس مرتّبہ کی تیاری میں جن قلمی نسخوں سے امداد لی گئی ہے اور مقابلہ کیا گیا ہے۔ ان کی فہرست مع صراحت ذیل میں عرض ہے:-

نسخۂ آ

انڈیا آفس کے کتاب خانے کا مخطوطہ ۲۵۲ فہرست ہندستانی مخطوطات از بلومہارٹ ۱۹۲۶ء اگرچہ بے تاریخ ہے لیکن متعدد نسخوں کے مقابلہ کے بعد میں نے اس کو بنیادی نسخہ قرار دیا ہے جو اکثر نسخوں سے رسم الخط کے اعتبار سے قدیم ہے اور بارھویں صدی ہجری کے نصف اوّل کا نوشتہ معلوم ہوتا ہے۔ اشعار کی تعداد دوسو پینتیس ہے۔ اور چار چار شعروں کی اٹھاون فصلوں میں منقسم ہے۔ تین شعر بعض فصلوں میں زیادہ ہیں ورنہ کل تعداد ابیات دوسو بتیس ہوتی۔ رائے ہندی اور دال ہندی کو رائے مہملہ اور دال مہملہ کی صورت

(بقیہ صفحہ ۵۸) اس کی بیس فصلیں ہیں۔ ابتدا ؎

بسم اللہ خدا اے کا نانو — لامکاں ناہیں وہ ٹھانو

جیسا کہ آخری سطر میں کہا گیا ہے۔ یہ رسالہ ۹۹۰ھ مطابق ۱۵۸۲ء میں ختم ہوتا ہے۔ آخری تین فصلیں کہا جاتا ہے کسی اور مصنف نے اضافہ کی ہیں۔ کتاب کا نام کاتب کے خاتمے سے معلوم ہوتا ہے جس میں تاریخ کتابت بھی ۲۰ رجب ۱۱۵۰ھ درج ہے۔

یہ رسالہ ایک مجموعۂ رسائل میں شامل ہے جو عظیم آباد میں ۱۱۵۳ھ و ۱۱۵۰ھ کے مابین تحریر ہوتا ہے۔ اس کی تقطیع ۹½×۶ انچ ہے۔ فی صفحہ تقریباً ۱۰ سطریں۔ اس حساب سے اندازاً ایک سو باسٹھ کے قریب اشعار کی تعداد ہوگی (فہرست ہندی و پنجابی و ہندستانی مخطوطات کتاب خانہ برٹش میوزم از جے۔ ایف بلومہارٹ ۱۸۹۹ء)

میں لکھا ہے تائے ہندی پر چار نقطے دیے ہیں۔ نون غنّہ کا زیادہ استعمال ہے۔ چکناں۔ ہمناں۔ چاندیں۔ کہنیں (کُہنی) تہوں (تھو) ناناں۔ باناں۔ نوں۔ کوں۔ پانیں (پانی) اوٹانیں۔ دماماں (دمامہ) رونکہ (روکھ) پینٹھ (پیٹھ) پونچھ (پوچھ)

ہائے مخلوط کا استعمال قلت کے ساتھ ہوا ہے۔ یعنی بھوکہ (بھوکھ) اوکہ۔ مورک (مورکھ) چوڑدیں۔ پرناں (پڑھنا) تیڑی (ٹیڑھی)۔ داری (ڈاڑھی) ماری (مارھی) براپا (بڑھاپا) چولا (چولھا)

بعض الفاظ میں محاورۂ حال کے برخلاف ایک حرف علت زیادہ کردیا گیا ہے۔ جیسے کیلی (کلّی) بیلی (بلّی) پیچھان (پہچان) بیچھو (بچھّو) موکی (مکّی) کوتا (کتّا)

اور خصوصیات میں دیہ (دے) جانیہ (جانیے) پہچانیہ (پہچانیے) کا املا قابلِ ذکر ہے۔

لیکن میں نے اپنے قاریوں کی سہولت کے خیال سے نسخہ زیرِ طبع میں بڑی حد تک زمانۂ حال کے املا کے مطابق ترمیم کردی ہے۔

اس نسخے کے ساتھ کسی نامعلوم مرتب کا ایک دیباچہ بھی ہے۔ جس میں کتاب کا نام مطبوع الصبیاں رکھا گیا ہے۔ دیباچے کی ضروری عبارت ہے۔

"ایں چند کلمۂ عربی و فارسی ہر یک با ترجمۂ ہندی برائے تعلیم صبیان برطریق ریختہ منظومہ ساختہ آمد تا خاطر الشاں رغبت نماید و یاد گیرند و لغات ہر یک دریابند و نام ایں کتاب مطبوع الصبیان نہادہ شد و بر پنجاہ و شش فصل مرتب گردانیدہ آمد"

نسخہ ہذا کے اُردو یا ہندی کلمے اور فقرے جو اس عہد کی زبان پر روشنی

ڈالتے ہیں یکجائی طور پر یہاں درج کردئیے جاتے ہیں۔

(۱) سرجن ہار (۲) ایک بڑا کرتار (۳) جان لبیٹھ (۴) بولے جو میٹھ (۵) ارتھ تھوں کا مارگ جان (۶) کالا اُجلا (۷) پیلا نیلا (۸) تاناں باناں (۹) چور ہی جان (۱۰) ہی استری (۱۱) ہی مری (۱۲) توں نہ دیکھ (۱۳) اسکوں لیکھ (۱۴) مولا جان (۱۵) آپیں اڑگیا (۱۶) سوی وتاگ (۱۷) کال رات جو گئی (۱۸) آج رات جو بہی (۱۹) ہی پانی (۲۰) دھول جو باؤ اوڑانی (۲۱) میں تجھ کہیا (۲۲) توں کت رہیا (۲۳) آورے بھائی (۲۴) بیس ری مائی (۲۵) کستوری کپور (۲۶) ہندوی آنند (۲۷) کپڑ ٹاٹ ٹپڑ (۲۸) کڑائی وتوا (۲۹) پاتھر جانیے۔ (۳۰) ہندوی گھوڑا چلاؤ (۳۱) ہندوی ہی نس لور (۳۲) چینی جانیے (۳۳) ہی دھواں (۳۴) ہندوی کھانڈ اکھاوے، الون (۳۵) چیل ہی (۳۶) گھاس کاٹھی جانیے (۳۷) اینٹ ماٹی (۳۸) موتی جانیے (۳۹) راتی کلی پہچانیے۔ (۴۰) ہی نراس (۴۱) مور کہیے (۴۲) ماہی بُرا (۴۳) ہندوی نکٹ (۴۴) توں جان کاگ کٹ (۴۵) پرتھی سینسار جگ (۴۶) رات رین نس (۴۷) گرٹ جان۔ (۴۸) ہی ہیا (۴۹) جو کہ نانو (۵۰) ہی کتا (۵۱) متھر جانی اینہہ (۵۲) ہندوی بول جو کہے سیانا (۵۳) جو ہیے کھانا (۵۴) پرگٹ وسیے (۵۵) جاڑی تاپ (۵۶) سرکی پیڑا (۵۷) ہی دھاپ (۵۸) منج کپال (۵۹) کھوپڑ بتاؤں۔ (۶۰) ہی تانبا (۶۱) جو گہارا کہیے (۶۲) سمندر کہیے جس کی ناہیں تھاہ (۶۳) ہی دھان (۶۴) ہی پان (۶۵) ڈاڑھی کہیے (۶۶) درانتی جو کہ نانو۔ (۶۷) ہندوی لونکڑی (۶۸) میٹھا کھلے دیکھ (۶۹) کھٹا چاکھ نہ دیکھ (۷۰) چرچر جیب جانے یہ۔ بچار (۷۱) کاگل لیکھیے (۷۲) لیکھن لیکھیے (۷۳) موتی جانیے (۷۴) ہے کلی پہچانیے (۷۵) ہی بلد (۷۶) سو دوس ہندوی (۷۷) سو روس ہندوی

(۷۸) ہے بیوسی (۷۹) جو کہیے کستی (۸۰) ہے

کماں نیرو صابوں یہی نانو راکھو اگر پارسی یا پراکرت بھاکھو

(۸۱) تمیں جیب آکھو (۸۲) روکھ بھاکھو (۸۳) جھوٹھ جانو (۸۴) بڑا جان مانو

(۸۵) گھر ہے (۸۶) ڈر ہے (۸۷) چاؤ کہیے (۸۸) پانو کہیے (۸۹) بار جانو

(۹۰) اونٹ بھاکو (۹۱) دیس، من دھر پچھانو (۹۲) بہت کوں جو کہیے صحی جانیوں توں

(۹۳) آگ میں جیو کیڑا (۹۴) نالیر ہندوی (۹۵) رات اندھاری (۹۶) جانیو تم

جیوتا (۹۷) کیڑا چکنا (۹۸) روٹی ہندوی (۹۹) چھپیہ ہے (۱۰۰) ہے کان

(۱۰۱) کھل ہے جان (۱۰۲) یدھ پچھان (۱۰۳) ہندوی اجان (۱۰۴) ہے روج

(۱۰۵) چاند بیٹا رات کا (۱۰۶) تین رین چاندنیں (۱۰۷) تیرویں چودویں پندرویں

(۱۰۸) بھوکہ ہے (۱۰۹) اوکہ ہے (۱۱۰) ہندوی کھوڑی (۱۱۱) اہے کرج (۱۱۱)

ہندوی گھنیچ (۱۱۲) جیونا جان (۱۱۳) پیونا جان (۱۱۴) بندر کہیجے (۱۱۵) سیال

بھی جان لیجیے (۱۱۶) ہے لکیر (۱۱۷) سوتا اکیلی (۱۱۸) جو کہیے بیلی (۱۱۹) ہے للج

(۱۲۰) لید گھوڑے کی آہے (۱۲۱) کہوں پارسی جے کو چاہے (۱۲۲) بول جو کوہے

(۱۲۳) گوہ و موت یہ ہندوی ہووے (۱۲۴) سونٹھ آہے پوچھ لیجیے (۱۲۵)

سو دکھی جان (۱۲۶) جوی کا بھائی (۱۲۷) جوی کاہے باپ جن جائی (۱۲۸) ہے باہو ل

(۱۲۹) ہے جو چچا (۱۳۰) ہے بھانجا (۱۳۱) جاگتا ہے (۱۳۲) سوتا ہے (۱۳۳) کہو

نگا ہوں (۱۳۴) کہے گا توں (۱۳۵) کروں گا ہوں (۱۳۶) کرے گا توں (۱۳۷)

ہوں آؤں گا (۱۳۸) توں آوے گا (۱۳۹) جاؤں گا ہوں (۱۴۰) جاوے گا توں

(۱۴۱) بیٹھوں گا ہوں (۱۴۲) بیٹھے گا توں (۱۴۳) دھوؤں گا ہوں (۱۴۴)

دھوئے گا توں (۱۴۵) ہوں ماروں گا (۱۴۶) توں مارے گا (۱۴۷) ہوں بکھوں گا

(۱۴۸) توں دیکھے گا (۱۴۹) دیوں گا ہوں (۱۵۰) دیوے گا توں (۱۵۱) دوڑوں گا ہو ل

(۱۵۲) دوڑے گاتوں (۱۵۳) توں سریجن میرا (۱۵۴) توں جیوڑا میرا (۱۵۵) توں
میری آنکھ (۱۵۶) توں میری پانکھ (۱۵۷) جو کال گیا ہے گا (۱۵۸) جو کال آوے گا
(۱۵۹) جو پرسوں ہا کہیے (۱۶۰) جو پرسوں بہیے (۱۶۱) منس ہا کہیے جوی کا (۱۶۲) ہی پوپٹا
(۱۶۳) آکھ پریورا (۱۶۴) سو اُس کا ہے (۱۶۵) سو تیرا ہی (۱۶۶) سو اس کا ہی
(۱۶۷) سو میرا ہی (۱۶۸) سو کس کا تھا (۱۶۹) چھنیں لیا تھا (۱۷۰) پا چھاویا
(۱۷۱) سو آپیں لیا ۔ (۱۷۱) ۵

دوستگاتی وہ پیالہ نور اپنیں کا جو دیہ — منترا پنے کاج بھریا نیہ دھر توں جان لبہ

(۱۷۲) وہ بہرا بھیا (۱۷۳) آپیں اڑگیا (۱۷۴) لیٹ اوپر ہی بچھانا (۱۷۵) ہندی
سنبھلا (۱۷۶) نرلی سوبست ہی کلا (۱۷۷) ہی دھوبی (۱۷۸) ٹھانو پڑھنے کی
کہے نیسال (۱۷۹) سارا آدھا (۱۸۰) آدھی رات دوپہر (۱۸۱) بھوکا پیاسا
(۱۸۲) کبڑا آہے (۱۸۳) جنبھائی وہچکی (۱۸۴) جالا و مکڑی (۱۸۵) سوڑ چھیلی
(۱۸۶) ہنسا جان، تھوک (۱۸۷) پسینا ہندوی (۱۸۸) آہے آتھ؛ اناتھ
(۱۸۹) ہی کھتیر (۱۹۰) دینا دیا (۱۹۱) میں کیا (۱۹۲) بول باج (۱۹۳) ہی بچار
(۱۹۴) ہوں اچنبھا (۱۹۵) ہی جھونپڑا (۱۹۶) ہی اندھار (۱۹۷) پگ کا چوڑا
(۱۹۸) آہے تھال (۱۹۹) جو آہے پیکا جیتل دمڑا جان (۲۰۰) آہے کچھوا، چھائی
(۲۰۱) سوئل پیچھان (۲۰۲) توں سن (۲۰۳) میں سنوریا (۲۰۴) جو بہرا کہیے (۲۰۵)
او نبی پھونک کہیے (۲۰۶) سو آہے اناج (۲۰۷) کہے سودھی چھری پیچھان
(۲۰۸) ٹیڑھی چھری سو جان (۲۰۹) ہے گلی (۲۱۰) ہو سوار (۲۱۱) آہے گود (۲۱۲)
لکھیا ماہی (۲۱۳) ۵

خالق باری بہی تمام
دوہوں جگ رہیا خسرو نام

نسخہ ب

اس کا نمبر فہرست انڈیا آفس مذکورہ بالا میں ۲۵۴۳ ہی۔ اشعار کی تعداد (۱۳۶) ہی اور خاتمہ ہی:۔

"تمام شد بتاریخ بیست و چہارم شہر ربیع الثانی سنہ ۴ محمد شاہی مطابق سنہ یک ہزار و یک صد و سی و چہار روز چہار شنبہ وقت نماز ظہر در بلدۂ فاخرۂ اکبر آباد۔"

نسخہ ج

میرا ذاتی نسخہ ہی جو اب پنجاب یونی ورسٹی کے کتاب خانہ کی ملک ہی۔ تاریخ کتابت ۱۱۳۵ھ ہی۔ میری فہرست میں اس کا نمبر ۳۵ ہی قیاساً کہا جا سکتا ہی کہ دکن میں لکھا گیا ہوگا۔ رائے ہندی اور دال ہندی کے نیچے چار چار نقطے اور تائے ہندی پر چار نقطے دیے ہیں۔ تعداد اشعار ایک سو پچپن ہی۔ بائیس شعر بعد میں کسی نے حاشیے پر اضافہ کیے ہیں۔ خاتمہ:۔

"تمت تمام (شد) نصاب ہندوی زبان تصنیف امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ بتاریخ بیست و پنجم جمادی الثانی سنہ ۱۱۳۵ھ" کتاب پر ایک مہر ہی جس میں سنہ ۱۱۳۹ھ اور یہ سجع درج ہی ع

از محمد مرتضیٰ بو الفتح شد

نسخہ د

میرا ذاتی نسخہ ہی جو اب پنجاب یونی ورسٹی کے کتاب خانہ میں ہی۔ ناقص الطرفین مگر صحت کے لحاظ سے معتبر ہی۔ بارھویں صدی ہجری کے وسط کا نوشتہ معلوم ہوتا ہی۔

نسخہ ہ

انجمن ترقیٔ اُردو کا مذکورۂ بالا نسخہ ۸۸۶؁ تعداد اشعار ۲۲۳ فی صفحہ ۱۳ سطر۔ خاتمہ "کاتبہ فقیر سید یٰسین ولد سید طاہر عرف خوب صاحب میاں بن میاں سید یٰسین مرحوم سورت بندر تاریخ بست چہارم ماہ رجب المرجب ۱۱۸۷؁ھ (ھ)

نسخہ وٓ

محترمی سید نجیب اشرف پروفیسر اسمٰعیل کالج اندھیری، بمبئی کا مملوکہ اور قابلِ اعتبار نسخہ ہے۔ تاے ہندی پر چار نقطے لگانے کا دستور ہے۔ ڑے اور ڈال بصورت مہملہ مرقوم ہیں مگر بعض وقت ڑے پر چار اور ڈال پر تین نقطے لگاتے ہیں۔ غنہ کا استعمال مثل آ بکثرت ہے مثلاً جاییں، پہچانیں توں۔ کوں۔ پاہناں (مہمان) چیٹیاں۔ دماماں۔ ڈھانکناں۔ مانگناں۔ کہیچیں۔ بھرنچیں۔ نکھیں۔ پیکھیں وغیرہ۔ اشعار کی تعداد دو سو بتیس ہے۔ منظوم خاتمے میں کتاب کا نام نصاب ظریفی بتایا گیا ہے۔ کاتب ایک پارسی ہے۔ منظوم خاتمہ کے اشعار ہیں :۔

"چو بگرفت ایں نسخہ طرز نوی	ز تصنیف آں خسرو پہلوی
ز اتمام عاشورہ یک ہفتہ شد	کہ ایں گوہر بے بہا سفتہ شد
امیداست از فضل حق کریم	بخوانند وگردند طفلاں علیم
بتاریخ نیکو سر انجام یافت	نصاب ظریفی نکو نام یافت
زہفتصد فزوں سی وشش سال بود	کہ طبع از خرد دستیاری نمود
کہ صبیاں بر آیند از دام جہل	شود فیض والفاظ اشکال حل"

اس خاتمہ پر اگر اعتبار کیا جائے تو ہمیں ماننا ہوگا کہ خالق باری ۷۳۶؁ھ میں تصنیف ہوئی۔ لیکن ان اشعار کی خامیوں پر نظر رکھتے ہوئے امیر خسرو کی

کی طرف ان کا انتساب ناممکن ہے۔ آن خسرو پہلوی کا قائل کوئی اور ہے نہ امیر خسرو۔ یہ خیال کہ خسرو پہلوی کوئی پارسی ہوگا جس نے ۷۳۶ھ میں یہ کتاب تصنیف کی پھر ناقابلِ قبول ہے۔ بھلا ایک پارسی کو ہندستان کے انتہائی گوشہ میں سمندر کے کنارے بیٹھ کر ایسا نصاب لکھنے کی کیا ضرورت پیش آئی؟ دوسرے شعر میں نیکو کا دو بار استعمال غیر فصیح ہونے کے علاوہ زبان کی خامی کی طرف دلالت کرتا ہے۔ مصرع کہ طبع از خرد دستیاری نمود۔ بہ حالتِ موجودہ بے معنی ہے۔ نمود کی جگہ اگر یافت ہو تو مصرع معنی دے جائے گا۔ یا از کی جگہ واو عاطفہ آنا چاہیے۔ 'حق کریم' کی جگہ 'رب کریم' یقیناً بہتر ہے۔ 'گروند طفلاں علیم' اور 'الفاظ اشکال حل' بالکل کم زور اور بے محاورہ فارسی ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ خالق باری کا کاتب ان اشعار کا مالک ہے۔ اس کو امیر خسرو کا صحیح زمانہ معلوم نہ تھا۔ اس لیے ۷۳۶ھ اس نے خالق باری کی تصنیف کا زمانہ مان لیا۔ حالاں کہ امیر خسرو اس تاریخ سے بارہ سال قبل یعنی ۷۲۵ھ میں انتقال فرما چکے ہیں۔

کاتب کا خاتمہ ہے:۔

"تمت تمام شد کتاب نصاب ظریفی مشہور بکتاب خالق باری بتاریخ ہشتم شہر ربیع الثانی۔ کاتب الحروف من بندۂ حقیر نوروز بن موبدان شاپورجی معروف شایستگاں"۔ باقی چار سطروں پر سیاہی پھیر دی گئی ہے جس میں سے صرف خط کشیدہ عبارت پڑھی جاتی ہے۔

معروف بہ دیوانی نواب مستطاب عالی جناب شجاعت شعار۔ سایۂ لطف ربانی پرتوے رحم یزدانی ....

کتاب غالباً سورت یا کھمبات وغیرہ علاقوں میں نقل ہوئی ہے۔ یہ امر دلچسپی کا موجب ہے کہ کاتب ایک پارسی ہے۔

خالق باری

فصل اوّل

(۱) خالق باری سرجن ہار — واحد ایک بڑا کرتار

(۲) اسم اللہ خدا کا ناتو — گرما دھوپ سایہ چھا(نو)

(۳) رسول پیغمبر جان بسیٹھ — یارو دوست بولے جو ایٹھ

(۴) راہ طریق سبیل پچھان — ار (تھ) تھوں کا مارگ جان

فصل دوم

(۵) سسیر مہ نیر خورشید — کالا اجلا سیاہ سپید

(۶) نیلا پیلا زرد کبود — تاناں باناں تارو پود

---

(۱) بدا ر ب، بدا۔ د، برا۔ ہ، برا ج، د۔

(۲) سایہ ہی ب۔ ناؤن۔ چھانوں ج۔ ناؤ۔ سایہ ہی چھانو د۔ ناؤں۔ چھاؤں ہ، ناتوں۔ چھانوں و۔

(۳) یار دوست بولی جے ایتھہ۔ ب۔ یار دوست بولی جو ایٹھ ج۔ جو بولی ایتھہ۔ د

بولیجے اینھٹ ہ۔ بولیجے میٹھ و۔

(۴) طریق د۔ پچان۔ ارتھ۔ تھونکا ب و د۔ ارت۔ تھوکا ج۔ ارتھ تھونکا و۔ تنوکا ہ،

(۵) ششدھر۔ دنکر۔ اوجلا۔ سیاہ و ب۔ مہ ذنیر ج۔ د: سسیر و نیر۔ ہ ہ و۔

(۶) زرد و تانا بانا تنست۔ ب و ج د و۔ نیلا پیلا۔ تنا پود۔ د۔ نیلا پیلا ہ د،

(۷) قوّت نیرو زور پران — سارق وزد چور ہی جان
(۸) مرد نس زن ہی استری — قحط دوکال وبا ہی مری

فصل سیوم

(۹) اقرار بخواں بہ بیں توں دیکھ — بنویس ایں را اسکوں لیکھ
(۱۰) صعوہ سریچہ مولا جان — کوّا زاغ کلاغ پچھان
(۱۱) خود پریدہ رفت آپیں اڑگیا — سیس سرتن ہندوی آمدکیا
(۱۲) موش چوہا گرہ بہ بیلی مارناگ — سوزن ورشتہ بہندی سوی وتاگ

فصل چہارم

(۱۳) دوش کال رات جوگئی — امشب آج رات جوبہی
(۱۴) آتش آگ آب ہی پانیں — خاک دھول جو باؤ اوڑانیں

---

(۷) ج، د، ہ، و متفق

(۸) قحط کال د، دکال ہ، و، دوکال آ، ج

(۹) تمام نسخے متفق

(۱۰) صعو صریج - زاغ و، ب صعو سریچ - د

(۱۱) ابیں و

(۱۲) ناگہ - بہندوی سوی تاگ ب - و - سوئی ہ

(۱۳) کالہ بہی ب - جو بہئی د، بھی ہ، و

(۱۴) پانی - اورانی ب، ہ، و پانی - اُڑانی ج - پانی - خاک دھور جو باد اودانی - د، ہ - و ندارد

(۱۵) ترا بگفتم تیں تجھ کہیا — کجا بماندی توں کت رہیا
(۱۶) بیا برادر آو رے بھائی — بنشیں مادر بیس ری مائی

فصل پنجم

(۱۷) مشک و کافور ست کستوری کپور — ہندوی آنند شادی و سرور
(۱۸) اسپ گھوڑا فیل ہاتھی شیر سیہ — گوشت ہیڑا چرم چمڑا شحم پہیہ
(۱۹) شیر و جغرات آمدہ دود ودہی — روغن آمد گھیو دوغ آمد مہی
(۲۰) زر بود سنا و سیم و نقرہ روپ — جامہ کپڑ تانت تنٹر دب کوپ

فصل ششم

(۲۱) دیگ ہانڈی کفچہ ڈوئی بے خطا — تابہ کزغان و کڑائی و توا
(۲۲) سنگ پاتھر جانیہ برکن اٹھاو — اسپ میراں ہندوی گھوڑا چلاو

---

(۱۵) توجہہ۔ تو۔ ب۔ تجہ ج، ﮦ، د۔ تجہہ و۔
(۱۶) بیتہہ ری مائی۔ ب، ج، د، ﮦ
(۱۷) مشک کافور۔ شادی ہی ج۔ مشک کافور د، ہ۔ و شل آ
(۱۸) شینہ د۔ ب، ج۔ سینہہ ﮦ، و مثل آ
(۱۹) شیر جغرات آمد وب ج۔ گھی ﮦ، و
(۲۰) سنا و۔ روپا۔ دبۃ کوپا۔ ب، و۔ زر (بود بر حاشیہ (و ندارد) پادب کپا ج۔ سونا سیم جیتل۔ روپا دب کپا د۔ روپ۔ دبہ۔ کوپ۔ ﮦ روپا۔ کوپا و۔
(۲۱) دیک وب۔ کزغان است ج دیک ہانڈی۔ تاب کزغان است کراھی۔ د۔ تابہ کزغاں ﮦ۔ و
(۲۲) ادتھاو۔ ب۔ پھتر۔ جانئی۔ اٹھا۔ چلا ج، ﮦ۔ پتھر۔ د۔ جانییں ﮦ۔

(۲۳) چالنی غربال چاکی آسیا — دیگداں چولاؤ کندو کوٹھیا

(۲۴) سرد سیلا گرم تتا چیرہ سخت — نرم کنولا نیش ڈنکھ اورنگ تخت

فصل ہفتم

(۲۵) غلّہ افشان چھاج می افشاں پچھوڑ — جوئی شوہر ہندوی ہی نس لوڑ

(۲۶) ڈھپنی سرپوش و چپنی جانیہ — ہی دھواں دود و دخاں پچھانیہ

(۲۷) مُوسَلَہ مروت ہاون اوکھلی — حیز عنّی فحل نر آمد للّی

(۲۸) پارسی آونگ چھینکا ہندوی — لیک مقبل معہ است زبان پہلوی

فصل ہشتم

(۲۹) خنجر و شمشیر و صمصام است تیغ — ہندوی کھانڈا کہاوی انون بیغ

---

(۲۳) چولہا۔ ب، و۔ چھالنی۔ کوٹھیا ج چھاننی۔ ڈھپنی و، د

(۲۴) برو سیرا۔ تاتا کرہ۔ ڈنکہ ج۔ سرد سیتل صعب سخت۔ کولا نیش ڈنک۔ د۔ تاتا چیرہ سخت ہ، و۔

(۲۵) چھاج ہی۔ شوی و شوہر۔ تم نس۔ ب پچھان۔ پچھور۔ ہندوی مونس توں لوہ۔ ج۔ چھاج ہی۔
شوئی زن بیشک، تونس و جوی لور۔ د۔ چھاج ہی ہ، و

(۲۶) ڈھپی چپتی جانیہ۔ پچھانیے۔ ج۔ ڈھپنی سرپوش چپنی جانیے۔ دو: دھوان اور دخان
پچھانیے۔ و۔ نہبن ہ۔ نہنباں و جانیں پہچانیں ہ

(۲۷) موسل است ج۔ موصل است۔ اکہلی۔ د۔ موصلہ آ، و۔ موصل است ہ

(۲۸) فارسی آونگ چھینکا ہندوی۔ ج، ہ، و۔ مقبل دانی۔ ج، چھکا۔ پہلوی۔ د۔ مقمیل از۔ و۔ مقبل از۔ ہ

(۲۹) اونوں بیغ۔ ب، د۔ انو، ج۔ شمشیر صمصام۔ ہندوی کھندا۔ ابر میغ۔ د۔ آنوں، ہ

سہ 'یہی آونگ چھکا در ہندوی' ا

معہ (لیک منقول ست ربانی پہلوی) ضمیمۂ خالق باری از ادریس احمد در جواہر خسروی۔

(۳۰) خال تل باشد غلیواز و زغن — چیل ہی در گوش کن گفتار من
(۳۱) ارض دھرتی فارسی باشد زمین — کوہ در ہندوی پہاڑ آمد یقین
(۳۲) کاہ ہیزم گھاس کاٹھی جانیہ — اینٹ ماٹی خشت گل پہچانیہ

فصل نہم

(۳۳) جاروب سوہنی و سبد ہست ٹوکرا — مقراض کترنی کہ بود استرا چھرا
(۳۴) در و مروارید موتی جانیہ — ہم لبد راتی کلی پہچانیہ
(۳۵) امید آس باشد نومید اہی نراس — چرخ و سپہر ہم فلک و آسمان اکاس
(۳۶) بادہ شراب راوق و صہبا مے است مد — گر جرعہ ازاں خوری تو کنی کار نیک و بد
(۳۷) رایت لوا علم بود و نیزہ ہست بھال — لب آب ندی حوض دگر سپر و رست ڈھال

(۳۰) چیلہ ہر + ب - و - چھیل ہی - و -
(۳۱) ہندی پہاڑ ج - ہ - آ، ب، د - و متفق
(۳۲) گھاس و - اینٹ و - خشت و - ب و - کاٹھی جانیے - پہچانیے - ج، و - کاہ و ہیزم - پہچانیے - د - جانیں - اینٹھ - پہچانیں - ہ
(۳۳) کہ سبد است ج - سوہنی سبد د - آہ و متفق
(۳۴) کوئی پہچانیہ - ب ہ - در مروارید - جانیے - راکھی پہچانیے - د - جانیں - پہچانیں ہ - یہ شعر ج، د میں نہیں ہے -
(۳۵) نومید - سپہر فلک بود - ب نومید - اکاس ج - نومید - چرخ و فلک سپہر بود - د - باشد و، ہ
(۳۶) مدہ - جرعۂ ازاں - نیک بد - ب شراب راوق - است مد - جرعہ ج - جرعہ د - صہبا شراب - بادہ نیک بد ہو
(۳۷) لوای نیزہ بود علم ہست ڈھال سپر و رست و ب - لوا و نیزہ بو - علم ہست پھال ج - سپر لوائی نیزہ بود علم ہست ڈھال د - آب داں ندی و - ہ - لوا نیزہ علم بھالی سپر ڈھال - آب دگر جوئی ندی - و -

فصل دہم

(۳۸) نی نیزہ بانس چوب لکڑ استخواں ہاڑ — دیوانہ باؤلا (و) دگر غمزہ ناز لاڑ
(۳۹) طاوس مور (کہیے) دراج تی ترا — خوب ونکو بھلا و بد و زشت ہی برا
(۴۰) دیہیم و تاج و افسر درہنڈی مکٹ — زاغ بریدہ پر (را) تون جان کاگ کٹ
(۴۱) گیہان و دہر و دنیا گیتی دگر جہاں — درہنڈوی تو پرتھی سنسار جگ بداں

فصل یازدہم

(۴۲) شب گیر لیل شب تو بداں رات رین نس — فانیذ و قند و شکر گڑ جان نہر بس
(۴۳) جان و روان و جیو تن کالبد کیا — عادت جو خوی سہج بداں عافیت میا
(۴۴) دل ہی ہیاؤ خاطر اندیشہ (چینتا) — مہمان و ضیف را تو بدائی کہ پاہنا ورق ۳

---

(۳۸) بانس باشد چوبین لکرا - استخواں ہاڑ دیوانہ باولا ب - ھاڑ استخواں باشد ج - بانس باشد چوبیں لکرا - چوں استخوان ہاڑ و دیوانہ باولا د - باشد بھی چوب لکڑا استخاں ہاڑ باشد و دیوانہ باورا و - باشد چوبینہ لکرا - ہاڈ ہ

(۳۹) مور باشد - ب - باشد و ، ج و - مور باشد - بھلا ہی د باشد و دراز ہ

(۴۰) بریدہ پررا - ب - بریدہ پران - کاپ کٹ ج - دیہیم تاج افسر - بریدہ پررا د

(۴۱) وگیتی دنیا - پرتھی و سنسار ب ، ج - گیہان دہر گیتی - پرتھی د - گیتی دنیا ہ ، د و

(۴۲) و لیل - رات و رین - فانید - ب - فانیذ قند شکر ج ، د - و لیل را - رات و د - و لیل و شب - رات و شکر و ہ -

(۴۳) تن - ب روان سو جیو ہ - رواں جیو تن و و

(۴۴) اندیشہ چیتنا و پاہونا - ب ، اندیشہ چیتنا - مہمان ضیاف ج - اندیشہ ہاتنا - د - ہیاؤ خاطر د ہ ، و چیتیاں - پاہنان ہ منہ کہی ا - سے پراں ۲ - سے فانیز

(۴۵) اُمّ الکتاب فاتحہ الحمد جو کہ نانو　　اُمّ القریٰ تو مکّہ بداں قریہ دیہ گانو

فصل دوازدہم

(۴۶) حربا گرگٹ کژدم بیچھو راسو نول　　سگ ہی کوتا ماہی مچھلی لقمہ کول

(۴۷) دشمن بیری کوس دماماں باران مینہ　　عشق و محبت عاشق متھر جانی اینہ

(۴۸) عالم دانا ہندوی بول جو کہیے سیانا　　طعم سواد طعام خورش جو کہیے کھانا

(۴۹) سینہ چھاتی پستان چوچی بینی ناک　　ظاہر پیدا پرگٹ دیسے طاہر پاک

فصل سیزدہم

(۵۰) تپ لرزہ در ہندوی آمد جاڑے تاپ　　درد سر آمد سر کی پیڑ اتنگ ہی دھاپ

(۵۱) ہامہ کاچک منجہ کپال جائے ہی ٹھانو　　چون تو بہ ہندوی مرا بہ پرسی کھوڑ بتانو

---

(۴۵) جا کو ناؤ - ب - جا کو نانوں - گانوں ج ، ہ - ا و د متفق - جو ک ہ ، و

(۴۶) گھر گٹ - نیول - کتا - ب - کتا ج - نول - کتا د ، ہ - کوتا و

(۴۷) دونوں مصرعوں میں تقدیم و تاخیر ہی - متھرا - مینہ - ب جانی نیہ - ج - ویری عشق محبت مترا - جانی نیہ - د - عشق محبت عاشق منترا جانی نیہ ہ - عاشق متر عشق و محبت جان نیہ و

(۴۸) دونوں مصرعوں میں تقدیم و تاخیر ہی ب و ج - و د طعم سواد و طعمہ - کہیے کھانا - کہیے سیانا ا ، ب - طعام خورش - د - مزہ سواد و طعام خورش جو کھانا جان - عالم دانا ہندی بول جو سیانا مان ہ و -

(۴۹) ظاہر - ب - دسے د پرگھٹ و

(۵۰) جوڑی تاپ ب ، ج - جوڑی تاپ - دھاب - د ، ہ - در قول ہندوی ہ

(۵۱) منجہ کپار - کرہے پانو - ب چوں کہ - کھوپری نانوں ج - مرا برسی کرہو پانو د - مانجہ کپال جو چاہے ٹھاؤں - پاہے پاؤں ہ

(۵۲) دودھ کاجل سرمہ انجن قیمت مول — چاکر سیوک بندا چیلا قول سو بول

(۵۳) مس ہی تانبا روئیں کانسا آہن لوہ — تیشہ بسولا تبر کہارا غدر دروہ

فصل چہاردہم

(۵۴) گوک مغاک جو گہارا کہیے کواہ چاہ — دریا بحر سمند کہی جس کی ناہیں تھاہ

(۵۵) گندم گیہوں نخود چنا شالی ہی دھان — جرت جواری عدس مسوری برگ رہی پان

(۵۶) ابرو بھنواں سَبْلَتْ موچھاں دنداں دانت — ریش محاسن داری کہیے رودہ آنت

(۵۷) کنیت سینک خلال جو کہیے نوا لیاس — کیتت فرج زناں را شنو بوادراس

فصل پانزدہم

(۵۸) منجل است دداس درانتی جو کہ نانو — ترب مولی دار سولی جا ہی ٹھانو

---

(۵۲) بندا چیرا ج - بندہ چیرا ب، د، ہ، و

(۵۳) کو دھارا - ب - تبر کہرا کہیے کذب دروغ ج روئیں کانسی غضب آمد ہد وی ردہ - د کہارا آ، ا، ہ، و

(۵۴) جو گدھا کہی کونوا چاہ - سمندر کہیے جا کی - ناہیں - ب گھیر - کوا بھوچاہ - ناھیں ج -
غوک مغاک جو تونبہ کھو ہا - کہیے صراط ہی راہ - د - جو گہایہ کہیے کوا و گہارا ہ

(۵۵) جرت جوندری - مسور برگ ہی - ب وج - نخو چنے شالی دھان - برگ ہی پان - د

(۵۶) ابرو بھوہنس سبلت مونچھ دنداں ہی دانت - داہی کہیے - ب داری کئی ج - بھوان -
بچھان - دارھی کہیے - د - دھاڑی ہ - بھویں - مونچھیں - دارھی و

(۵۷) یہ شعر کسی نسخے میں درج نہیں -

(۵۸) داس دانتی جاکو - جای ٹھانو - ب جاکو نانوں - ج داتری - جار - د - دانتی جوک
ہ، و - جای ٹھاؤں، ہ

(۵۹) پارسی روبہ بہندوی لونکڑی — ماکیاں را نیز میخواں کوکڑی

(۶۰) کوکڑہ میخواں خروس صبح خواں — نیز میخواں دیک در تازی زباں

(۶۱) قصر و کشک و حصن کوٹ آمد حصار — حجرہ کوٹھری بام ماڑی در دوار

فصل شانزدہم

(۶۲) عذب شیریں است میٹھا کھائے دیکھ — تلخ کڑوا ترش کھٹا چاکھ دیکھ

(۶۳) زفت اینٹھن چرب چکّن شور کھار — تیز چرچر جیب جانے بہ بچار

(۶۴) کاغذ و قرطاس کاگل لیکھیے — ہم قلم ہم خامہ لیکھن پیکھیے

(۶۵) در (و) مروارید موتی جانیہ — غنچہ زہرہ ہی کلی پچھانیہ

فصل ہفدہم

---

(۵۹) فارسی روباہ ہندوی وکھری۔ ب۔ و۔ روبہ است۔ لوکری ج۔ روباہ ہندوی لونبری۔ د۔ ہندی لونکڑی ہ۔

(۶۰) مرغ در تازی ج کوکرو میخواں د۔ آ، ہ، و متفق

(۶۱) حصن در تازی حصار۔ کوتھا بام ماڑہی در دیوار۔ ب قصر کوشک ج، ہ، و۔ بام مہاڑی ج۔

کوٹھ بام ماری ہ، و میں دونوں مصرع مقدم موخر ہیں۔ کوٹھا۔ ماڑی و

(۶۲) کھاہی۔ چاکھ، دیکھ۔ ب چاک دیک ج دونوں مصرعوں میں تقدیم و تاخیر ہی کھٹا جان لیکھ ہ

(۶۳) اینٹھن چکین ب، و۔ تیز چرپر جیبہ۔ ب چرب چکنا۔ تیز چرچر ج، ہ، و چرچرہ آ

(۶۴) کاکد دیکھیے۔ لیکھیے ب۔ کاکد دیکھیے لیکھیے ج۔ لیکھیں پیکھیں ہ۔ لیکھ۔ لیکھیے و۔

(۶۵) مصرع دوم:۔ ہم لبدراتی کولی پہچانیہ ب۔ جانیے۔ لبدرا ہی کلی پہچانیے۔ ج۔ راتی ہ۔

و۔ جانیں۔ پہچانئیں ہ

(٦٦) ثور ستور گاؤ ہی بلد — خواہی لادن خواہی آلدؔ
(٦٧) شہد و انگبیں عسل کہیجے — سو مد بہندوستان بھنیجے
(٦٨) ذنب گناہ سو دوس ہندوی — خشم و غضب سو روس ہندوی
(٦٩) سرگیں گوبر فلہ (ہی) پیوسی — جان کُلُنڈ جو کہیے کتی

فصل ہژدہم

(٧٠) کمان تیر و صابون یہی نانورا کھو — اگر پارسی یا پراکرت بھاکھو
(٧١) بزرگی بڑائی و پیری بڑاپا — نکوئی بھلائی جوانی تنا پا
(٧٢) لسان و زبان راتمیں جیب آکھو — درخت و شجر دوحہ ہم رونکھ بھاکھو
(٧٣) دروغ و دگر کذب تم جھوٹ جانو — بزرگ و کلاں را بڑا جان مانو

---

(٦٦) خواہے لادو ج لادھن ہ یہ شعر و میں درج نہیں۔ ثورڈ ہ
(٦٧) کہیجّے، مدہ۔ بھنیجّے۔ ب کہیجے۔ بھنجّے ج۔ شہد انگبیں ہ، و کہیجیں۔ بھرنیجیں۔ ہ
(٦٨) بہندوی۔ بہندوی۔ ب گناہ دوس ہی ہندوی۔ خشم غضب روس ہی ہندوی ج
ذنب و۔ دوس ہی ہندی ہ جو روس ہی ہندی و
(٦٩) فل ہی پیوسی ب۔ ج۔ فلہ پیوسی آ۔ کوسی ہ
(٧٠) تیر و صابوں یہی نام۔ بہندی زبان یا و۔ ہ۔ یہ شعر ب، ج میں درج نہیں۔
(٧١) بوڑھاپا، ب بدھاپا۔ ترناپا ج۔ بڈھاپا ہ بڑھاپا و
(٧٢) تمہہ جیبھ۔ شجر راتمیہ روکھ۔ ب، آکھو۔ شجر راتمین روک بھاکو ج، ہ، شجر راتہیں روکھ و
(٧٣) دروغ و دگر کذب تم۔ ب۔ و۔ دروغ و دگر کذب را جھوٹ پراج، ہ کذب و
دروغ و زرق آ

فصل نوزدہم

(۷۴) بہندی زبان خانہ و بیت گھر ہے — جو خوف و دگر بیم و ہم ترس ڈر ہے
(۷۵) تمنا و ہم آرزو چاؤ کہیے — ید و دست ہاتھ و قدم پانو کہیے
(۷۶) چراغ است دیوا فتیل است باتی — بود جد دادا و نبیرہ است ناتی
(۷۷) کدو خربزہ ہر دو معروف میداں — خیار است ککڑی و ہم کھیرہ بیخواں

فصل بستم

(۷۸) در و باب و دہلیز را بار جانو — شتر اونٹ بھا کو فرس اسپ مانو
(۷۹) گرہ عقد باشد بتازی و لیکن — بہندی بود گانٹھ از شک ایمن
(۸۰) نہار و دگر یوم روز است جانو — بہندی زبان دیس اس دھر بچھانو ب
(۸۱) کثیر و فراواں و بسیار افزوں — بہوت اکوں ا جو کہیے صحی اجانیو تو ں

---

(۷۴) بہندوی زبان بیت ہم خانہ۔ بیم ہم ج۔ خانہ ہم بیت۔ دگر ترس و ہم بیم ہ ، و

(۷۵) قدم پاؤ۔ ب ، و دست ہات و ج ، ہ۔ پاؤں ہ

(۷۶) فتیلہ۔ ب نبیرہ است ناتی۔ ج ، ہ آ ، ہ ، د متفق

(۷۷) خوربزہ۔ ککڑی و بادرنگ کھیرہ بخواں۔ ب۔ ہ ، و با آ متفق

(۷۸) اونٹ کہورا۔ ب۔ باب دہیر۔ اونٹ گھوڑا۔ ج ، ہ ، و

(۷۹) بہندوی بود گانٹ ج بہندی زبان گانٹھ از وزد ایمن ہ ، و

(۸۰) نہار و دگر۔ بہندوی ب ، ج۔ نہار است یوم و دگر روز بہندی زبان دیس ہو جانتا مانو ہ۔ یوم ہندوی دیس و۔ نہار است آ

(۸۱) بسیار و۔ بہت کوں جو کہیے ہی زبان اوہا توں ت۔ اکہیر عصر بھی جان توں ج۔ یوہ بہت بہندی مکھی جان توں و۔ بسے بھوت کہیے صحیح جان توں ۔ ہسے کوں ا۔ ندارد۔

فصل بست و یکم

(۸۲) آئینہ آرسی کہ درو روی بنگری — سیوا ہندوی تو بداں نام چاکری
(۸۳) سندان علات اہرن فطیس پتکرا — میلان ہتوڑہ نام تو بیچوں وی بے چرا
(۸۴) چیونٹیست نام مورچہ پیوست نام کیک — وانکو پیام و نامہ برد قاصداست و پیک
(۸۵) میدان سبو گھڑا و سبوچہ بداں گھڑی — چو بینہ سقف باشد در ہندوی کڑی

فصل بست و دوم

(۸۶) تگرگ است و ہم سنگچہ ژالہ اولا — چو زیرک سیانا و نادان بھولا
(۸۷) ہزبر است ناہر پلنگ بوز چیتا — جو گرگست بھیڑی و کرگست گینڈا
(۸۸) سمندر بود آگ میں جیو کیڑا — بود دور معروف و نزدیک نیڑا

---

(۸۲) آ، ب، ج، ہ، و متفق

(۸۳) ہتوڑہ از من بیچوں۔ ب پتکرا۔ ہتورہ باشد ج، آ، ہ، و متفق

(۸۴) چینتی بہیوست نام۔ آنکو۔ و پیک۔ ب چمتی۔ پہیواست۔ آنکو پیام آورد
قاصد بدان تو ج آنکو و پیک و، ہ۔ چینتی ہ

(۸۵) چوبین ب، ج۔ کھری۔ و۔

(۸۶) سنگچہ ژالہ۔ ساناو۔ ب، و تکرگ است سنکچہ و ہم آ، ح زیرک ہی
ج۔ تگرگ است و ہم سنگچہ و آ

(۸۷) ہنگ است چیتا ب، ہ، و۔ بھرہا ب ج۔ بھرتی (لاندکا) ج۔ بھرٹی و بھٹی ہ

(۸۸) معروف نزدیک۔ ب۔ اچھی آگ میں کا جو ج سمندرا ہے و۔ سمندر ہی میں جیوتاہ۔

(۸۹) تو اکھروٹ جوز خراساں بدانی — دگر جوز نالیر ہندوی بخوانی

فصل (بیست) و سیوم

(۹۰) نمک ملح لونست شیریں است میٹھا — بہندوی زباں بے مزہ ہست پھیکا
(۹۱) پدر باپ باشد چو ماہست مادر — سنان بھال برگستوانست پاکھر
(۹۲) ذباب و مگس ماکھی ولپشہ ماچھر — بود ریگ بیلو و سنگریزہ کانکر
(۹۳) فرومایہ سفلہ بتازی بخوانش — ولی لترہ خوانند بعضی کسانش

فصل بیست و چہارم

(۹۴) بیا آؤ نشیں بیٹھ برو جا — بہ بیں دیکھ بدہ دے بخور کھا
(۹۵) درآ پیٹھ بکش کھینچ بچش چاکھ — بزن مار بدر پھاڑ بنہ راکھ

---

(۸۹) اخروت۔ جوز۔ بدان دگر ناریل جوز ہندی بخوان۔ ب۔ اکھروٹ را۔ جوز را نالیر بہندوی آ۔
تو اکھروٹہ جوز خراساں بدانی ہ۔ دگر ناریل جوز ہندی بخوانی و
(۹۰) ملح ہی لون۔ سیٹھا۔ ب۔ بہندوی زبان مزہ پہ است بیٹھا ج۔ سرس بداں لون میٹھا۔
بہندی زبان مزد بہ ہست پیٹھا ہ نمک ملح ہی لون سرس۔ بہندی زبان مرد باہست پیٹھا و
(۹۱) چہ امست مادر ب، ج۔ ماں ہست و
(۹۲) مانکھی و لپشہ مانچھر۔ ریگ بالو۔ ب، و۔ ماکھی۔ ماچھر۔ بالو۔ ج بالوی د ہ
(۹۳) بتازی زبانش۔ ب۔ ہ۔ سفلہ است، تازی ج۔ و
(۹۴) آو۔ برو جاہ۔ بدہ دیہہ بخور کھاہ۔ ب بیا آ۔ ج نشیں۔ بدہ د ہ آ
(۹۵) چاکھ۔ راکھ۔ ب د ہ، و، متفق با آ

(۹۶) بدم پھونک بادل) اچہ بجو لوڑ — بشو دھو (بدو دوڑ) بہل چھوڑ

(۹۷) گلو حلق دہن مکھ سخن بول — شکم پیٹ نظر دیٹھ دہل ڈھول

فصل بیست و پنجم

(۹۸) طبیب و حکیم است بید ای برادر — بود باد باو و دگر آگ آذر

(۹۹) جگر ہست کلیجا سپرز است تلی — جو پہلو بہندوی بود پانسلی

(۱۰۰) نصیحت دگر وعظ و اندرز پند — بہندی بود سیکھ در کار بند

(۱۰۱) خراب است ویراں تو اوجڑ بخوانی — تو معمور آباد بستا بدانی

فصل بیست و ششم

(۱۰۲) لیل اللیل است ور تازی زبان — رات اندھاری تو نیکو تر بدان

---

(۹۶) اچھہ۔ دھو و بدو دوڑ۔ ب آچہ بجواہ لویر۔ بدو دو رہل۔ ج۔ بمان رکھ ہ۔ بماں رہ و۔ بہ بدہ دہ ف

(۹۷) دہن موکھ۔ پیت۔ نظر دیتہ۔ ب نظر دشت ج مہ بیہنۂ نظر دیکھ و بیہنۂ نظر دیہنۂ ہ۔ نظر بہنۂ و۔

(۹۸) باد باۂ۔ ب۔ ج۔ طبیب و بجنک است و۔

(۹۹) جگر ہیں۔ ب، ج، ہ کہ پہلو بہندی بود پاسلی۔ ج تو دھیرک بدانی۔ دلاسا تسلی ہ بخوان ضلع را پہلو و پانسلی قصیب ز بود بہندوی پانسلی و۔

(۱۰۰) ز من گوش کن وعظ۔ بہندوی بود سکھ۔ ب دگر گوش کن ج، ہ، و

(۱۰۱) اوجڑ ہمی خوان معمور و۔ ہمی دان۔ ب، ج۔ اوجڑ بدانی۔ چو معمور و۔ بخوانی ہ، و

(۱۰۲) لیل شب تار است۔ اندھیاری۔ ب۔ لیل شب تاریک۔ اندھاری ج۔ لیل و شب تاریک در ہر دو زبان ہ تو الیل شب تار ہر دو و۔

(۱۰۳) آفت و آسیب ہی رنج و بلا — حیّ و زندہ جانیو تم جیو تا
(۱۰۴) شانہ و مشط است در ہر دو زبان — کنگھی من پیش تو کردم بیان (ب)
(۱۰۵) کرم شب تاب است کیڑا چمکنان — نیز گویند آتشک اینہم بدان

فصل بیست و ہفتم

(۱۰۶) نان بتازی خبز روٹی ہندوی — ہندوی محلوج را میدان روئی
(۱۰۷) پس بہندوی پنبہ را میدان کپاس — نسر گرگس بوم الّو بوی باس
(۱۰۸) باد بیزن باد کش پنکھہ بخوان — غوک و ضفدع بینڈکی بیشک بدان
(۱۰۹) عاقبت انجام آخر کار ہم — (اچھیہ ہی) در ہندوی ای محترم

فصل بیست و ہشتم

(۱۱۰) دستور وزیر ہست پردھان — بشنو تو (کہ) اذن گوش ہی کان

---

(۱۰۳) جانیوں ۔ ب ۔ حی زندہ جانی تم اس ج ۔ ہ ، و متفق باآ
(۱۰۴) شانہ مشاط است در تازی ۔ ب ، (ج مثل آ) شانہ و مشاط ہ
(۱۰۵) چمکنا ۔ آتشک اورا بدان ۔ ب آتشک اورا ج ، ہ ، و کیڑا جگنا و
(۱۰۶) گو ہندروئی ج ۔ میدان تو روئی ہ ۔ آ ، ج ، و متفق
(۱۰۷) ا ، ج ، و متفق ۔ بہندوی ج ۔ پس بہنادی ہ
(۱۰۸) پنکہہ ۔ ب ۔ پنکہ بدان ۔ اورا بخوان ج ۔ ہ ، و مثل آ
(۱۰۹) انجام و ۔ در تازی زبان ۔ ب در تازی زبانی ج ۔ ہست در ہندوی زبان
ای محترم آ ۔ اچھیہ در و ۔ چھیہ ہی در ہنادی ہ
(۱۱۰) تو کہ اذن گوش ۔ ب ۔ عقل و خرد است بدھی بھچان ج ۔ ہ ، و مثل آ

(۱۱۱) کنجارہ عصارہ کھل ہی جان — عقل وخرد است بدھ پہچان
(۱۱۲) کالیوہ (و) احمق است نادان — مورک بزبان ہندی اجان
(۱۱۳) زاری و بکاؤ گریہ ہی روج — میدان اثر (وسراغ وپے) کھوج

فصل بیست و نہم

(۱۱۴) رہ زن وقاطع طریق ای نامور — بٹ پڑہ باشد ترا گردم خبر
(۱۱۵) ہست ظہر و پشت پیٹھ ای ہوشیار — ہودہ حق بیہودہ را باطل شمار
(۱۱۶) ہست ابن اللیل ماہ آسمان — چاند بیٹیا رات کا تازی زبان
(۱۱۷) مرغ معروفست ہدہد ای جواں — پہلوی گویند پوپو ہم بداں

فصل سی ام

(۱۱۸) بعض سہ شب ہست یقین داں زمہ — سیزدہم چار [د] ہم پانزدہ

---

(۱۱۱) کنجار عصار - مورکھ بزبان ہندوی اجان - ب ہم گول احمق است نادان ج بدھ پہچان ہ، و
(۱۱۲) کالیوہ احمق است ہم نادان آ - گول ابلہ و و - مورکھ بزبان ہندوی جان ہ، و
(۱۱۳) زار و - وپے ہی کھوج - ب - پیا پڑ کھوج - ج - اثر است وپے کی کھوج آ
اثر است پے ہی ہ اثر و سراغ وپے کھوج - و
(۱۱۴) آ، ب، ج، ہ، و متفق
(۱۱۵) پیٹھہ - ہوی حق - ب پشت پیٹ - ھودہ حق ج آ، ہ متفق
(۱۱۶) رات کا بیٹک بداں - ب - رات کا ہندی زباں ہ، و
(۱۱۷) آ، ب، ج متفق - ہندوی گوبند پوپو ہ، و -
(۱۱۷) آ، ب، ہ متفق - سہ شب را تو یقیں و

(۱۱۹) بیض کہوں تین رین چاندنیں ‏ ‏ نیروں چودویں پندرویں

(۱۲۰) پور پسر پوت بہندی سخن ‏ ‏ اب پدر باپ بداں جان من

(۱۲۱) جوع دگر گرسنگی بھوکہ ہے ‏ ‏ نیشکر از من بشنو اوکہ ہے

فصل سی ویکم

(۱۲۲) زنخ را بہندوی، ٹھوڑی ہمی نام ‏ ‏ ذقن را نیز در تازی ہمی خواں

(۱۲۳) تو مرآرنج را کہنیں بدانی ‏ ‏ جو قبضہ دست را پنجہ بخوانی

(۱۲۴) جو ساق و کلک پا، پنڈلی، نشتالنگ ‏ ‏ اہی کرج شریں چو ترگھوڑہ لنگ

(۱۲۵) تو زانو را بہندی گوتھن خوانی ‏ ‏ فخذ ران را بہندی چاپلیۃ دانی

---

(۱۱۹) چاندنی - پندریں - ب، آ، ج متفق - تیرہیں - چودیں - پندصریں ۃ، چاندہنی - تیرہن - چودہن پندرویں ۃ

(۱۲۰) پورو ب - ابّ و - ب، و بہندوی ج - آ، ۃ متفق

(۱۲۱) بھوکھ - تو شنو اد کہہ - ب - بھوک - اوک ہے ج، و - بھوکہہ - اد کہہ ۃ

(۱۲۲) بہندوی تو تہوڑی بداں - تو سر راس در لفظ تازی بخوان ب، ج - زنخ را بہندی نوا
ٹھوری ہمی خواں ۃ تو سر را راس در تازی ہمی دان ۃ، و زنخ در ہندوی ٹھودی و

(۱۲۳) یہ شعر ب، ج، د میں درج نہیں - ۃ میں دونوں مصرعوں میں تقدیم تاخیر ہے - جو قبضہ دست را
پونچہ بخوانی ۃ، و کوہنی ۃ - کہنی و

(۱۲۴) دیگر نشتالنگ آ - چو ساق و کلک پا پنڈلی نشتالنگ بدان ٹخنہ دگر گھورہ بود لنگ - ۃ، و متفق - کھرہ بود ۃ
گوتھن ہمی دانی آ - تو زانو ہندوی گھوٹنا بدانی ــــ فخذ ران عقب بہندوی خوش بخوانی
ضمیمہ خالق باری ص ۲۲ از ادریس احمد، در جواہر خسروی طبع علی گڑھ)

(۱۲۵) فخذ ران در ہندوی جانگ دان ؞ تو زانو بہندوی گھونٹہ بخوان - ج
تو زانو ہندوی گھوتن بخوانی ؞ فخذ را ہندوی توں جانگ دانی و، ۃ

(١٤٠) دوک است نام تکلہ آور دام بیاں   پیچک بداں تو پونی و پاغند گالہ داں

(١٤١) دیگر کلاوہ آنٹنی ہم ریسمان سوت   انسان شمار مانس و پندار دیو بھوت

فصل سی و ششم

(١٤٢) قفل و کلید سو تالا کیلی   خیطل گربہ جو کہیے بیلی

(١٤٣) شرم ہے لاج پوشیدن ڈھاپنا   کار ہے کاج خواستن مانگنا

(١٤٤) رید لید گھوڑے کی آہے   کہوں پارسی جے کو چاہے

(١٤٥) منی و خایط بول جو کوہے   گوہ و موت یہ ہندوی ہووے

فصل سی و ہفتم

(١٤٠) دونوں مصرعے مقدم و موخر ہیں۔ ب مصرعوں میں تقدیم و تاخیر۔ پونی پاغندہ گالہ دان ج پاغندہ ۃ، ۃ اور مصرعوں میں تقدیم و تاخیر۔

(١٤١) کلاوہ لگری ہم۔ مانس پندار۔ ب۔ کلاوہ لگڑی ہم۔ مونس پندار۔ ج۔ کلاوہ کوکری وۃ، ۃ۔ است سوت ۃ۔

(١٤٢) تالا کلی۔ خیطل۔ کہیے بلی ب۔ تالا ہی۔ معروف ہرہ گربہ اس جو کھے بلی ج۔ ا۔ ۃ متفق۔ گربہ کہہ توں بیلی ۃ

(١٤٣) شرم للج پوشیدن ڈھاکنا ب۔ ۃ۔ شرم لاج۔ پوشیدن دھکنا۔ خواستن منگنا ج۔ ڈھانکناں۔ مانگناں ۃ۔ قرض ادھار خواستن مانگنا ۃ

(١٤٤) زبل لید ۃ۔ (ضمیمہ خالق باری ص٢٤) رید لید آ، ۃ۔ جو کوئی چاہے ۃ، ۃ باقی نسخوں میں یہ شعر نہیں ملا۔

(١٤٥) منی غایت۔ ذکر است کیر موت راجوئی ب۔ منی غایط۔ جو کھے کوے۔ گوہ موت در ہندوی ہووے ج۔ مستی و غائط بول جو کہیے۔ نجاست گرفتی ہندو جھی جھی۔ (ضمیمہ خالق باری ص٢٣)۔ ۃ، ۃ میں یہ شعر نہیں۔

(۱۴۶) ہندوی پیپل بود فلفل دراز — مرچ راگویند فلفل گرد باز

(۱۴۷) جوز بویا جای پھل خوش بوی دان — ہم قرنفل لونگ (راہندی) بخواں

(۱۴۸) زنجبیل وسندھی آمد شنگویز — سونٹھ آہی پوچھ لیجیں ای عزیز

(۱۴۹) ہندوی میگو تو خرما را کھجور — داکھ (را) در پارسی میداں انگور

فصل سی وہشتم

(۱۵۰) بیمار و مریض سو دکھی جان — برگیر، اٹھاؤ باج ہی دان

(۱۵۱) ہشدار سنبھال خواب ہی نیند — ہوشیار سوچیت فکر ہی جیند

(۱۵۲) چو پرسی خسر پورہ (کیت می دان) جوی کا بھائی

وگر از خسر پرسی جوی کا (ہی) باپ جن جائی (ب)

---

(۱۴۶) پیپل۔ پلپل۔ مورچ فلفل گرد را گوبند باز ب پلپل بود پلپل ج مرچ فلفل گرد را گویند

باز ہ، و۔ پلپل گرد و

(۱۴۷) بے شک بداں۔ لونگ لکری را بخواں (در ہندوی بخواں)، ب۔ جوز بویہ۔ لونگ را خوشتر بخواں۔

ج لونگ خوشبوی خواں آ ہم قلنفر لونگ راہندی بخواں ہ۔ ہم قرنفل لونگ راہندی بخواں د

(۱۴۸) زنجبیل وستوہ آمد سونٹ نیز۔ چھاں لی ای میت یعنی کچہ بہ بیز۔ ج۔ آمد سونٹھ نیز۔

چھان لے یہ بول توں یعنی، بیز ہ۔ سونٹھ ہی تون چھان یعنی کہ بہ بیز و

(۱۴۹) پس بہندی دان تو۔ داک را۔ میخواں۔ ج ہندوی گویندہ ہ، و۔

(۱۵۰) بیمار مریض دوکھیا جان ج۔ ہ۔ و برگیر اٹھاؤ بن ہی دان۔ ج مریض سو دکھی ہی جان۔ بر کن اٹھاؤ آ

(۱۵۱) ہوشیا بیدار فکر ہی جیت۔ ہوشدار سنبھال و دست ہی میت ج خواب ہی سوناں۔ مزرع

کھیتی کاشت ہی لیناں ہ۔ ہشیار سنبھال خواب ہی سونا۔ مزرع ہی کھیت وکاشت لینا و

(۱۵۲) خسر پور کیت جو کا بھائی اگر از خسر پرسی کیت جو کا ج۔ ہ، و متفق۔

(۱۵۳) نیا و خال (رہی) ماموں (و) اودر عم (رہی جو) چچا
برادر زادہ بھتیجا و خواہر زادہ (ہی) بھانجا

فصل سی و نہم

(۱۵۴) بیدار بداں کہ جاگتا ہی ۔ ہم خفتہ بداں کہ سو (و) تا ہی
(۱۵۵) کیوان زحل سنیچر آمد ۔ آدیت بپارسی خور آمد
(۱۵۵ ب) زمہ سوم شد است ای دلارام ۔ بشنو زمن این سخن بیارام[۵]
(۱۵۶) مریخ بہندوی است منگل ۔ رائی بہ زبان پارس خردل
(۱۵۹) شد شکر (بہند) زہرہ را نام ۔ خنیاگر آسمان دلارام

فصل چہلم

(۱۵۸) برجیس چو مشتری برسپت ۔ قاضی سپہر در سعادت

---

(۱۵۳) نیا ماموں اودر خالو عم چچا ۔ برادر زادہ بھتیجا خواہر زادہ بھانجا۔ ج
نیا و خال ماموں اودر و عم چچا :: خواہر زادہ بھانجا برادر زادہ بھتیجا آ
نیا و خال ہی ماموں واودر عم ہی جو چچا :: برادر زادہ بھتیجا و خواہر زادہ (ہی) بھانجا ۃ، ۃ
(۱۵۴) سوتا ہی۔ ب، آ، ج، ۃ، ۃ متفق
(۱۵۵) کیوان و۔ سنیچر۔ بپارسی خور۔ ب۔ کیواں زحل سنیچر۔ عادی بپارسی خور۔ ج۔ کیوان و سنیچر و۔ آدیت بپارسی خور آمد ۃ، ۃ۔ آدیت پارسی ہم خور آ
(۱۵۶) است منگل۔ فارسی۔ ب۔ بھندوی است۔ رائی بزبان پارسی ج۔ بہندوی ہست۔ بہ زبان پارسی آ۔
(۱۵۹) سکر بہندوی زہرہ را نام ب۔ بہندوی زہرہ نام۔ ج شکر بہند ۃ
(۱۵۸) قاضی سپہر ب۔ برجیس یہ۔ برجسپت۔ قاضی سپھر ج، ۃ، ۃ بھر سپت۔ باسعادت ۃ۔ قاضی است سپہر آ۔
[۵] یہ شعر ۃ اور ۃ سے نقل ہوا ہی۔ نسخہ ۲ میں درج نہیں۔

(۱۵۷) بدھاست عطارد وار بخوانی	اور اتو نہ بیر چرخ زمانی
(۱۶۰) خواہم گفت کہوں گا ہوں	خواہی گفت کہے گا توں
(۱۶۱) خواہم کرد کروں گا ہوں	خواہی کرد کرے گا توں

فصل چہل ویکم

(۱۶۲) خواہم آمد ہوں آؤں گا	خواہی آمد توں آوے گا
(۱۶۳) خواہم رفت جاؤں گا ہوں	خواہی رفت جاوے گا توں
(۱۶۴) خواہم نشست بیٹھوں گا ہوں	خواہی نشست بیٹھے گا توں
(۱۶۵) خواہم شست دھوں گا ہوں	خواہی شست دھویگا توں

فصل چہل ودوم

(۱۶۶) خواہم زد ہوں ماروں گا	خواہی زد توں مارے گا

---

(۱۵۷) است عطارد - چرخ خوانی - قؔ - بداں عطارد اربدانی - دبیر فلک خوانی ‌حؔ - ہؔ ، وؔ متفق

(۱۶۰) ‌‌ آؔ ، ‌حؔ ، ہؔ ، وؔ متفق

(۱۶۱) آؔ و ‌حؔ میں مطابقت

(۱۶۲) خواہم آمد آؤں گا ہوں - آوے گا توں ہؔ

(۱۶۳)

(۱۶۴) آؔ ، ہؔ ، وؔ متفق

(۱۶۵)

(۱۶۶) ماروں گا ہوں - مارے گا توں ہؔ

(۱۶۷) خواہم دید ہوں دیکھوں گا — خواہی دید توں دیکھے گا

(۱۶۸) خواہم داد دیوں گا ہوں — خواہی داد دیوے گا توں

(۱۶۹) خواہم دوید دوڑوں گا ہوں — خواہی دوید دوڑے گا توں

فصل چہل و سیوم

(۱۷۰) یار منی توں سرجن میرا — جان منی توں جیوڑا میرا

(۱۷۱) چشم منی توں میری آنکھ — بازو منی توں میری پانکھ

(۱۷۲) دی روز جو کال گیا ہو دگا — فردا روز جو کال آوے گا

(۱۷۳) اور پرہر جو پرسوں کہیے — بس فردا جو پرسوں بہیے

فصل چہل و چہارم

(۱۷۴) بعل است شوہر منس کہیے جو یکا — طوطی بقول ہنداں ہے پوپٹا

---

(۱۶۷) دیکھوں گا ہوں - دیکھے گا توں ج - خواہی دید دیکھے گا توں — دیکھوں گا ہوں و

(۱۶۸)

(۱۶۹)

(۱۷۰) سرجن - دل منی توں ھیرا میرا - ج - سرجن میرا - جیون میرا و - ہ - ۃ - آ - متفق

(۱۷۱) انکھیاں میرا - جان منی توں جیوپا میرا ج

(۱۷۲) کال گیا ہو آ - دیروز بداں جو کل گیا ہے - امروز جو آج اب بھیا ہے و

(۱۷۳) تو پس فردا بداں پرسوں جہاں ہیں اب جو آوے گا - دگر پرسوں پریروز است جہاں ہیں جو گیا ہیگا ۃ، و

(۱۷۴) شوہی شوہر منس - ہندی پرتیا ج بعل شوہر منس ہووے جو یکا ر طوطی اندر قول ہندی پوپٹا ۃ، آ،

و متفق - بعل ست شوہر خصمش کہیے - طوطی بقول ہندوی ہے کہیے (ضمیمۂ خالق باری صـ ۲۳)

(۱۷۵) عقرب تازی کژدم بیچھو برج فلک	بشمر سروش و ہم فرشتہ راتو ملک
(۱۷۶) عنقا و سیمرغ آکھ پریو را	ہم بارکش ہم ریسمان جیورا

فصل چہل و پنجم

(۱۷۷) از آن اوست سو اس کا ہی	از آن تست سو تیرا ہی
(۱۷۸) ازاں این ست سو اس کا ہی	ازآں منست سو میرا ہی
(۱۷۹) از آن کہ بود سو اکسکا ا تھا	ربودہ شدہ چھنین لیا تھا
(۱۸۰) واپس دادہ پاچھا دیا	خود ستدہ سو آپیں لیا

فصل چہل و ششم

(۱۸۱) دوست گانی وہ پیالہ دور اپنیں کا جو دیہ
منتر اپنیں کاج بھریا میہ دھر توں جان لیہ

---

(۱۷۵) بشمر سروش آواز فرشتہ ملک۔ ج۔ عقرب آمد کژدم دبرج فلک۔ ہم سروش و ہم فرشتہ دل ملک ہ، و۔ عقرب بتازی بچھو کژدم برج فلک۔ بشمر تو سروش و فرشتہ ملک (خالق باری مطبوعہ)

(۱۷۶) آنکو پریورا۔ انباز شریک۔ جو پرا۔ ج۔ عنقا سیمرغ لک پریوا ہ۔ عنقا سیمرغ داں پریوا ق۔ ہم بارو براست میوہ میوا۔ ہ۔ و

(۱۷۷) کہ اس کا ہی۔ ازاں این است کہ اس کا ہی ب

(۱۷۸) ازآن من است کہ میرا ہی۔ ازان تست کہ تیرا ہی۔ ب۔ ہ، و کے مصرعوں میں تقدیم و تاخیر ہی۔

(۱۷۹) ازآں کہ بود سو اس کا تھا ب

(۱۸۰)

(۱۸۱) اپنے کا جو دے۔ ہ، و۔ اپنے جوگ۔ کان دھر۔ جان لے ہ، و

(۱۸۲) ریخت اندر گوش خود سیماب وہ بہرا بھیا
طیر شد میداں پرید ہ رفت آپنیں اُڑ گیا

(۱۸۳) داں نہالی بستر و بالین است بالش ای جواں
غلط بالا لیت اوپر ہے۔ بچھانا گستراں

(۱۸۴) زاد توشہ ہست در گفتار ہندی سنبھلا
حلق شد نای گلو نرلی سو بست ہے گلا

فصل چہل و ہفتم

(۱۸۵) عطسہ چھینک و شاخ سینگ و کفشگر ہے کفش دوز
گاذر و خیاط (ہے) دھوبی (و) درزی سیئی دوز

(۱۸۶) داں کہ بے بخت است ابھاگا و دگر بخت (است) بھاگ
فارسی آمد سرود (و) ہند (و) ی گو ہند راگ

---

(۱۸۲)

(۱۸۳) بالین و بالش ہ، د ۔ ہے بچھانا تکیہ داں و ہم بچھاوے گستراں ہ ۔ ہم بچھانا تکیہ و دیگر بچھاوے گستراں د ۔ بچھانا آ

(۱۸۴) حلقوم شد آ ۔ حلق شد ہ ۔ حلق داں د ۔ نای و گلو در ہندی باشد گلا ہ ، د م

(۱۸۵) خیاط ہے ہ ، د ۔ و درزی سیو دوز ہ ۔ و درزی جامہ دوز د ۔ نسخہ د میں 'سیو دوز' تھا سیو کو کاٹ کر بعد میں کسی نے 'جامہ' بنا دیا جو بالکل غلط ہے۔ صحیح 'سیو' سینے کا امر ہے۔

(۱۸۶) ہم بداں تو بخت ہ ۔ ہم بدانی بخت د

(۱۸۷) گور موش آمد چھچھوندر، موش بریاں گلہری
پھوک ضایع رائگان ودیو چہ ہی جو کھری

(۱۸۸) کینچوہ کرم خراطین سپکلی (رمی) دان کرفش
پنہتین آمد پائزار و باز نعلین است کفش

فصل چہل وہشتم

(۱۸۹) تختہ باشد پارسی (و) لوح در تازی زبان
ہندوی گویند پاٹی نام تختی جا و دان

(۱۹۰) مکتب و دیگر دبستاں راست اور ہر دو لسان
نھانو پڑھنے کی کہے نیسال در ہندی زبان

(۱۹۱) فارسی رو وجہ تازی چہرہ (دہ) دان
ہونہنہ در ہندی شفت لب ہی پہچان

---

(۱۸۷) پھوک آمد رائگاں و مفت نیکو بنگری ﮦ۔ نسخہ و میں ندارد

(۱۸۸) کیچوہ ہی کرم سپکلی آمدہ۔ سپکلی باشد و۔ پاپوش پلے را گویند نعلین است، کفش ﮦ۔ پائے پوش و پلے زیر و باز و۔

(۱۸۹) تختی باشد لوح در تازی زبان :: ہندوی گویند پٹی جاودان ب۔ تختہ بپارسی لوح۔ ہندوی زبان پاٹی اور اتو نہ تی بخواں ج۔ تختہ باشد لوح در ﮦ، و۔ پاٹی جاودان ﮦ، و

(۱۹۰) او بیرستان ۔۔۔ زبان ۔ پڑھنے کا کہے پوسال ب۔ دبستاں ہم بداں :: ٹھام پڑھنکی کہے ہندی زبان ﮦ
مدرسہ مکتب دبستان، ہم بداں :: ٹھانو پڑھنے کا ونیسال اے جواں و۔

(۱۹۱) چہرہ ب۔ فارسی رو وجہ در تازی چہر دان آ۔ پہچان ب۔ فارسی رو وجہ تازی چہرہ دان
ہونٹھ لب، در ہندی شفت لب ہی پہچان ﮦ

(۱۹۲) انگلی انگشت و ناخن نکھ بدان
لیک فیروزی ظفر را جیت خوان

فصل چہل و نہم

(۱۹۳) بوزہ بگنی گوز پاد آروغ ڈکار — بھنگ بنگ ہے مست ماتا دکام کار
(۱۹۴) پشتوارہ ہست بھارا جملہ سارا آدھیم — صاف آچھا تیرہ گدلا دبیپ ریم
(۱۹۵) نیم شب آدھی رات دوپہر میانہ روز — مطہرہ ابریق و مجمر عود سوز
(۱۹۶) سیر اگھانا کور کانا بھید راز — گرسنہ بھوکھا پیاسا تشنہ باز

فصل پنجاہم

(۱۹۷) اندھ نابینا و بینا دیکھتا — کوبڑہ آہی کوز غلطاں ڈھلکتا
(۱۹۸) میل در ہندی سلائی سرمہ جوی — صولجان چوگان و فندق گیند گوی
(۱۹۹) داں پیاز آمد بصل ہر دو زبان — گفتہ بادنجان بیگن ہندواں

---

(۱۹۲) انگشت ناخن ہ۔ ناخن۔ ہم بدان۔ نکھ و فیروزی و
(۱۹۳) مست ماتا و کلابہ کار آ۔ بنگ۔ بھنگ و مست و ماتا کام کار ہ۔ شیریں میٹھا مست ماتا کام کار و
(۱۹۴) بستہ بھاد ہ۔ پشتہ بھارا و۔ صاف اچھا ہ، و۔ بیپ اریم ہ، و۔ بیپ ریم آ۔
(۱۹۵) ہم بدان دوپہر باشد نیم روز ہ۔ و۔ بضرورت وزن آ ہیں آدھی کو ادھ پڑھنا ہوگا۔
(۱۹۶) گرسنہ بھوکا ہ و
(۱۹۷) کوبرا ہی ہ۔ کوبرا ہی و۔ غلطاں لٹتا ہ، و۔ کوز نشت آ۔ قہر باشد گور غلطاں لٹیا دہ خالق باری مطبوعہ
(۱۹۸) فندق ہست گوی و
(۱۹۹) کاندہ بادانجان) بیگن ہم بدان و۔ ہست بادنجان وہم بیگن بدان ہ

(۲۰۰) فازہ جنبھائی و ہچکی دان ہگگ ہی تنہ (جالا و مکڑی جولہک ۱)

فصل پنجاہ و یکم

(۲۰۱) دان سوور (جھیلی توخوک (۱) گوسپند بھیڑ میش و بز بود آ بار گسند

(۲۰۲) چہار پائی کھٹ (۲) نیس کش آدوان بان را ہم گفتہ اند چوں ریسمان

(۲۰۳) بانہہ بازو جبہہ پیشانی کپال کانکھ بغل و دا و دشنام است گال

(۲۰۴) خندہ ہسنان جان تھوک آہدھوے پارسی خوی است پسینان ہندوی

فصل پنجاہ و دوم

(۲۰۵) ہی جیچڑی میدان کنہ و گوش خزک کنکھورہ دان مسوی نیست تشک

(۲۰۶) ناو دان موری و دیوار ست دوال گواہ شاہد سا کھیا و کلہ گال

(۲۰۷) دولت آہی آٹھ نابودن اناتھ صحبتی ساتھی و صحبت ہست ساتھ

---

(۲۰۰) ہی تشنہ چال کھدے ہم لیکہ آ - ہی تنہ جالا و مکری جولہک ۃ ، و ضمیمہ خالق باری - ضبائی ۃ

(۲۰۱) بکری و سوہر چوۃ - سور و بکری چہ و - بھیر میش آمد دگر ہم قید بند ۃ ، و

(۲۰۲) چار پائی کھاٹ و ۃ - بان را ہم گفتہ فارسی ریسمان ۃ ، و

(۲۰۳) ہم بغل کانکھ است و دشنام است گال ۃ ، ۃ

(۲۰۴) مسہری و خندہ ہانسی را بدان - ہم عرق ہم خوی ا ابر سیوخوان و ۃ - بر سینہ ۃ

(۲۰۵) کنسلائی ہی یقیں میدان نہ شک ۃ ، و

(۲۰۶) ہی گواہ شاہد چو ساکھی و - چو ساکھ و ۃ

(۲۰۷) دولت آمد آٹھ ۃ

(۲۰۸) فارسی ازیز ہندوی ہی کھیتر   بگل آمد لگ لگان شگافت[۱] چیر

فصل پنجاہ و سیوم

(۲۰۹) کام تالو ناف دو ننشی نام نانو   ساغر و جام است پیالہ جای تھانو

(۲۱۰) دولہ ہی ڈولی کہارش دولہ کش   پالکی معروف چھتری سایہ کش

(۲۱۱) موز کیلا انبہ نغزک دارم و رمان انار   جوز مغز است کھوپرا و تکیہ درہندی ادعا (ورق ۱۰)

(۲۱۲) دادنی دینا دیا دادہ ست یار   قرض دین و وام درہندی اُدھار

فصل پنجاہ و چہارم

(۲۱۳) ساگ سبزی سرخ رتا لعل لال   سبز ہریا داشت دھریا دام جال

(۲۱۴) فجر صبح و ظہر پیشین عصر دیگر شام سانجھ   داں زن زاینده جنتی ہی ستروں بازنانجھ

---

(۲۰۸) (مصرعہ دوم) فارسی ازیز و ہندی جانہ رانگ ۔ ہم بھل چھوڑ آمدہ آویز تانگ ہ ۔ ۱؎ بشگافت آ ۔

(۲۰۹) اسم نام جامے نقطام ہ ۔ اسم نانو ۔ جام و ساغر ہی پیالہ د

(۲۱۰) کہار ہی ۔ پالکی ہ ۔ دولہ ہی ڈولی کہار است ۔ معروف دو

(۲۱۱) دارم و رتاں انار د ۔ جوز مغزک کھوپرا و تکیہ درہندی اُدھار ہ ۔ و نغزک زنانست ہ ۔

نسیہ آ ۔ واں کہ زنانست آ

(۲۱۲) دادنی دینا جملہ دادہ است دیا چار بار آ ۔ دادن دینا ا د دیا فعل کار ۔ قرض و وام د ۔

(خالق باری مطبوعہ) کرد کیا داد دیا فعل کار د

(۲۱۳) ساگ سبزی ۔ سیر لہسن ۔ سرخ رتا لعل لال ۔ سبز ہریا داشت دھریا ماند رہیا دام جالی ہ ۔ د ۔

ساگ سبزی بیج شادی سرخ سوہا (خالق باری مطبوعہ) سرخ رتا ہ

(۲۱۴) فجر کہ ظہر است و آ ۔ داں کہ زائیدہ است جنتی د عقیمہ جان ہ ۔ جنتی ہی ستروں جوی بانجھ د ۔ جنتی ستروں نے آ

(۲۱۵) کہنی وآسنج رہی آوند بھانڈا است باچ — من گنگفتم میں کیا ہی عہد پیمان بول باچ
(۲۱۶) آمد آیا سست ڈھیلا (در) توانا ہی سبل — مشت موکی وطپانچہ ہی تماچا خیل دل

فصل پنجاہ وپنجم

(۲۱۷) [illegible] رتی [illegible] سرب شیشا ہی بجاہ
پھونکنی دم گبر آ ہی جمر انگشت است انگار

(۲۱۸) در شگفتم ہون اچنبا ناشکیبا ناصبور
دان شتاب اوتاولا آہستہ دھیرا بعد دور

(۲۱۹) ژندہ کھندری صوف پشم (و) دلق جامہ بے بہا
پرنیان جامہ منقش ہمچو دیبا ے خطا

(۲۲۰) خوشہ ہی جھونرا و خشخش کوکنار
روشنائی جوت تیرہ ہی اندھار

---

(۲۱۵) پینگ کہی وازنج آوند آ۔
(۲۱۶) ڈھیلا تونا ہی آ۔ دھیلا قلب کھوٹا نو نوا۔ طمانچہ بہ بھلا ہ۔ قلب کھنتو۔ طمانچہ ہی
تھپیرو و
(۲۱۷) رتی وماہ آ۔ سرب شیشا کن شمار ہ، و۔ دان وجمرہ واخگر ہ، و
(۲۱۸) من شگفتم ہ، و۔ درشگفتہ ہوں۔ جلد شتاب اوتاولا آہستہ دیراست بود ضمیمہ خالق باری
(۲۱۹) صوف پشم و۔ ہمچو دیبا ے خطا ہ، و۔
(۲۲۱) روشنائی جوت آسے پترلوں آ۔ خوشہ دنداں دان ہ۔ خوشہ پڑویا دان و۔
جھیرا ہی کنارہ ہ، و

فصل پنجاہ و ششم

(۲۲۲) دست رنجن کہیے کنگن پائل ہی خلخال
پای رنجن یگ کا چوڑا پنگان آہی تھال

(۲۲۳) کرتہ و پیراہن پیہرن تکہ بند ازار
طوق ہانس طاقیہ پاگ دستار

(۲۲۴) دانگ فلوس جو آہی پیکا جیتل دمڑا جان
دام وانچہ کیسہ کھیسا جان بیکش تھان

(۲۲۵) روغن گر سو تیلی کہیے آہنگر لوہار
بڑھی وان کہ درودگر نعلین دوز چمار

فصل پنجاہ و ہفتم

(۲۲۶) باخہ سنگ پشت آہی کچھوا چھائی کلفہ دان آرد آٹا آزرخ مسا خال سوئل پیچھان

---

(۲۲۲) دست رنجن ہست کنگن ہم سپرادان تو دھال : پائے رنجن ہست : پل طشت را مبدان تو تھال ۃ ۔ و، نسل ۃ (لیکن دست برنجن اور پا برنجن) ۔ دست برنجن ۔ پائے برنجن چوڑا کہیے خوبی حسن وجمال (خالق باری مطبوعہ)

(۲۲۳) کرتہ پیراہن جو کہیے تکہ ناڑا بند ازار : طوق ہانس وبگ جو دستار دکلہ ٹوپی بدار و، ۃ ۔ بذار و

(۲۲۴) ہم فلوس آمد چو پیکا چوں درم جیتل بخواں : ہست ربیہ ربیہ اشرفی راھروان و ہ ۔ دان فلوس آمد سو پیسا ۃ ۔ خواہی پیکا جیتل دمڑی جان : دام پھانسا کیبہ بلج ہی دھان ، ضمیمہ

(۲۲۵) ہست روغن گر سو تیلی ہست آہنگر لوہار ۔ وان کہ نجار است بڑہی چرم گر آمد چمار ۃ ، و ۔ تیلی باز آہنگر و روغن گر سو تیلی آہنگر ہی لوہار ۔ بیرای درودگر نعل دوز چمار ضمیمہ ۔

(۲۲۶) باخہ و ۔ کلفہ ندان ۔ پچھان آ ۔ سنگ پشت و باخہ کچھوہ ہست چھائیں کلفہ دان ۔ آزحرص و زخ مساؤ خال راہم تل بخواں و ہ ۔ باخہ سنگ پشت کچھوا جانیے : کوس دمامہ خال تل پہچانیے ؛ ضمیمہ ۔

(۲۲۷) باز کنبھار کلال ہے آہی خمار کلال
پتّا زہرہ قدر اندازہ دلّالست دلال

(۲۲۸) خواندن پڑنا ن بشنو توں سن دشوار دُہیلا
یاد گرفتم ہیں سنور یا آسانست سُہیلا

(۲۲۹) گر اُطروش جو بہرا کہیے کر ہم خارش کھاج
دُلمل او بنی پھونک ہے کہیے غلہ سو آہی اناج

(۲۳۰) کز لک سکیں کارد کہی سودھی چھری پہچان
ساطور اندر ہند زبانست ٹیڑی چھری سوجان

فصل پنجاہ و ہشتم

(۲۳۱) کوچہ و کوہی گلی بازار ہاٹ　　خلق آمد لوگ بگر یز است ناٹھ

---

(۲۲۷) باز خمار است کلال و ہم کمہار آمد کلال ⁂ ہت زہرہ قدر اندازہ دلالست دلال
و ، ۃ

(۲۲۸) خواندن (ست) پھرنا ں شنو سن وان کہ دومویست کھل ۃ ۔ باز گفتم پھر کہاں ہیں
واں آسانست سہل و ، ۃ

(۲۲۹) گر چو اطروش است بہرا نیز خارش ہست کھاج ۔ ہست دلمل پھونک ہمیں مال و غلہ دان اناج ۔
و ، ۃ غلہ ہی اناج ۃ

(۲۳۰) کز لک و سکیں بداں سیدھی چھری ۔ ہم بدان ساطور را ٹیڑھی چھری و ، ۃ

(۲۳۱) کوچہ شد نام گلی ۔ دوکان ہاٹھ ۔ خلق لوگ و سنگ میزان است باٹھ ۃ ، و
ہاٹ ، ہاٹ و

(۲۳۲) پھول گل ہی خار کانٹا گود کنار　　نرویان سیڑی و برشو ہو سوار

(۲۳۳) جان خر با ہندوی را آنپلی　　مغز آہی گود گلیم است کاملی

(۲۳۴) بتکدہ تبخانہ و دیگر کنشت　　دیہرہ میدان و کھیا ہی بہشت

(۲۳۵) خالق باری بہی تمام　　دوہوں جگ رہیا خسرو نام

وقتی چاشت تمت تمام شد کار من نظام شدہ ۵

---

(۲۳۲) پھول را گل دان و کانٹا ہست خار - نرد بان سیری و سولی ہست دارۃ - کانٹا او کنار، ضمیمہ - وۃ - مثل ۃ -

(۲۳۳) ہندوی ہی انبلی - مغز گودا ہی گلیم است کنبلی ۃ - دان صمغ گوند ضمیمہ - مغز گود ہی وۃ -

(۲۳۴) میدان و جنت ہی بہشت ۃ - رسو رمرداں دلکیا ہی امن ست، ضمیمہ -

(۲۳۵) عاقبت انجام و آخر چیہہ دیما ۵ انصرام - کرد این حفظ اللسان را خسرو آخر دالسلام، ۃ

۵ دیورا در منقول عنہ

ہماری زبان

انجمنِ ترقیٔ اُردُو (ہند) کا پندرہ روزہ اخبار

(ہر مہینے کی پہلی اور سولھویں تاریخ کو شائع ہوتا ہے)

چندہ سالانہ ایک رُپیہ فی پرچہ ایک آنہ

اُردُو

انجمنِ ترقیٔ اُردُو (ہند) کا سہ ماہی رسالہ

(جنوری ۔ اپریل ، جولائی اور اکتوبر میں شائع ہوتا ہے)

اس میں ادب اور زبان کے ہر پہلو پر بحث کی جاتی ہے۔ تنقیدی اور محققانہ مضامین خاص امتیاز رکھتے ہیں۔ اُردُو میں جو کتابیں شائع ہوتی ہیں، ان پر تبصرہ اس سالے کی ایک خصوصیت ہے۔ اس کا حجم ڈیڑھ سو صفحے یا اس سے زاید ہوتا ہے۔ قیمت سالانہ محصول ڈاک وغیرہ ملاکر سات رُپے سکۂ انگریزی (آٹھ رُپے سکۂ عثمانیہ) نمونے کی قیمت ایک رُپیہ بارہ آنے (دو رُپے سکۂ عثمانیہ)

رسالہ سائنس

انجمنِ ترقیٔ اُردُو (ہند) کا ماہانہ رسالہ

(ہر انگریزی مہینے کی پہلی تاریخ کو جامعۂ عثمانیہ حیدرآباد سے شائع ہوتا ہے)

اس کا مقصد یہ ہے کہ سائنس کے مسائل اور خیالات کو اُردُو دانوں میں مقبول کیا جائے۔ دُنیا میں سائنس کے متعلق جو جدید انکشافات وقتاً فوقتاً ہوتے ہیں یا جتنیں یا ایجادیں ہو رہی ہیں ان کو کسی قدر تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے اور ان تمام مسائل کو حتی الامکان صاف اور سلیس زبان میں ادا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس سے اُردُو زبان کی ترقی اور اہلِ وطن کے خیالات میں روشنی اور وسعت پیدا کرنا مقصود ہے۔ رسالے میں متعدد بلاک بھی شائع ہوتے ہیں۔ قیمت سالانہ صرف پانچ رُپے سکۂ انگریزی (چھ رُپے سکۂ عثمانیہ)

خط و کتابت کا پتا: معتمد مجلس ادارت رسالہ سائنس۔ جامعۂ عثمانیہ حیدرآباد۔ دکن

انجمنِ ترقیٔ اُردُو (ہند) دہلی

تنقید شعر العجم

پروفیسر محمود شیرانی صاحب سابق پروفیسر پنجاب یونی ورسٹی نے علامہ شبلی مرحوم کی مشہور تصنیف "شعر العجم" پر مفصل و مبسوط تنقید کی تھی جو رسالۂ اُردو میں سلسلہ وار شائع ہوتی رہی۔ اب حافظ صاحب موصوف نے نظر ثانی و اضافے کے بعد اسے ایک کتاب کی صورت میں مکمل کر دیا ہے۔ فارسی ادب کی تاریخ کے مطالعے کے لیے شعر العجم کے ساتھ ساتھ اس کا مطالعہ اضافۂ معلومات کا باعث ہوگا۔ حجم ۴۱۰ صفحات - قیمت مجلد ؏، بلا جلد ؏،

پرتھی راج راسا از چند بردائی

چند کا ہندی رزمیہ پرتھی راج کے کارناموں اور شہاب الدین غوری کے ساتھ اس کی جنگوں کا ایک طولانی جائزہ ہے جو خود پرتھی راج کے عہد کی تالیف مانا جاتا ہے۔ اُردو میں راسا کے مطالب بالکل نامعلوم تھے۔ پروفیسر شیرانی صاحب نے اس کمی کا احساس کر کے راسا کے مضامین کا خلاصہ اپنے ناظرین کی خدمت میں پیش کرنے کے علاوہ اس پر تنقیدی روشنی ڈالی ہے اور ثابت کیا ہے کہ اس تالیف کے متعلق قدامت کا دعوا بالکل بے بنیاد ہے بلکہ ہمیں اس کو مغلیہ عہد کی پیداوار ماننا چاہیے۔

کتاب تین حصوں میں منقسم ہے۔ پہلے حصے میں راسا کی داستانوں کا خلاصہ دوسرے حصے میں تنقید و تبصرہ اور تیسرے حصے میں مغربی و مشرقی فضلا کی مخالف و موافق آرا درج ہیں۔

منیجر انجمن ترقی اُردو (ہند) دریا گنج ۱ دہلی